سلسلہ مواعظِ حسنہ نمبر ۳۸

انوارِ حرم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلۂ مواعظ حسنہ نمبر ۳۶

انوارِ حرم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد

حلیم امت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار جو درد محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

ذی المجد والکرم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا دامت برکاتہم کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : انوارِ حرم

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۶ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ

مقام :مکہ شریف

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۱۵ء بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182رابطہ:92.21.34972080+ اور 92.316.7771051+

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرض مرتب ۶
علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تشریح مع تمثیل ۹
ہر غم کا مداوا ۱۰
اجتماعِ ضدین اور عشاقِ حق ۱۰
بِذِكْرِ اللهِ کی تقدیم کی حکمت ۱۲
توبہ میں دیر کرنا خطرناک ہے ۱۳
توبہ کا کیمیکل اور اس کی کرامت ۱۳
جماعت کے وجوب کا ایک عاشقانہ راز ۱۴
جمعہ و عیدین و حج کے اجتماعات کا مقصد ۱۵
فیض عاشقانِ حق ۱۶
نماز باجماعت کو رکوع سے تعبیر کرنے کی حکمت ۱۷
صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت ۱۷
مؤمن کے خُلُوْدٌ فِي الْجَنَّةِ اور کافر کے خُلُوْدٌ فِي النَّارِ کی وجہ ۱۸
جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل ۱۸
لفظ صاحبِ نسبت پر استدلال بالنص ۱۹
جنت پر اہل اللہ کی افضلیت کا دوسرا استدلال ۲۰
تین پیاری سنتیں جن سے لوگ غافل ہیں ۲۰
محبتِ الٰہیہ کی مقدار ۲۱
اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہونی چاہیے ۲۱
لذّتوں کی تین اقسام ۲۳
عاشقوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے زیادہ محبوب ہیں ۲۳
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم قربِ خاص ۲۴
حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۲۵
مقدارِ محبت کا پہلا جز ۲۵
مقدارِ محبت کا دوسرا جز ۲۶
مقدارِ محبت کا تیسرا جز ۲۶
محبت کی مطلوبہ مقدار کیسے حاصل ہو؟ ۲۶
وصول الی اللہ کی شرط ۲۷

www.khanqah.org

محرومی کے دو سبب ۲۸
صحبتِ اہل اللہ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۰
صحبتِ اہل اللہ کے متعلق بڑے پیر صاحب کا ارشاد ۳۱
کلام مؤثر کس کو عطا ہوتا ہے؟ ۳۱
اہلِ ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۳۲
اہل اللہ کے تربیت یافتہ کی مثال ۳۲
انعامِ خونِ آرزو ۳۳
قربِ دوام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا ۳۴
بدنگاہی کی حرمت کا ایک دلکش عنوان ۳۵
بدنظری نصوصِ قطعیہ سے حرام ہے ۳۵
تمام احکاماتِ الٰہیہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں ۳۵
احمقانہ مرض ۳۶
بدنظری کے چند طبی نقصانات ۳۶
حفاظتِ نظر اور حلاوتِ ایمانی ۳۷
اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ کی تفسیر ۳۷
آیت اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کی تفسیر ۳۹
دورِ حاضر میں وصول الی اللہ کا طریق ۳۹
اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت کی تاثیر ۴۰
اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت ۴۱
اہل اللہ کی بستی اور سامانِ مغفرت ۴۱
فضل بصورتِ عدل ۴۲
ایک علمی اِشکال اور اس کا جواب ۴۲
حقوق العباد معاف ہونے کی شرط ۴۳
وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ کی عجیب تفسیر ۴۴
حیات پر موت کی تقدیم کا راز ۴۴
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر بزبانِ نبوت ۴۵
کون عقل و فہم میں کامل ہے ۴۵
کون اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والا ہے ۴۵
کون اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں تیز ہے ۴۶
اسمائے حسنیٰ کی تقدیم و تاخیر کے اسرار ۴۷

عرضِ مرتب

عارف باللہ حضرتِ اقدس مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ ظِلَّھُمْ عَلَیْنَا اِلٰی مِأَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مَعَ الصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَخِدَمَاتِ الدِّیْنِیَّۃِ وَشَرَفِ حُسْنِ الْقُبُوْلِیَّۃِ وَاَدَامَ اللّٰہُ بَرَکَاتِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ کا یہ عظیم الشان وعظ ۶؍ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳؍ نومبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء مکہ مکرمہ میں ایک ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہوا۔ جس کو سن کر سامعین خصوصاً مکہ مکرمہ کے اہلِ علم پر کیف ووجد کا عالم طاری تھا اور حضرتِ اقدس کی آتش درد سے جملہ سامعین کرام کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

درد میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

مکہ معظمہ کی مبارک سرزمین پر حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ بیان علم وعشق کا حسین امتزاج تھا جس میں جابجا قرآنِ پاک کی آیات کی تفاسیر کے عاشقانہ نکات خصوصاً دنیا وجنت کی لذات پر اللہ تعالیٰ کے نام کی برتری ویکتائی کا وجدانی استدلال اور جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کے دلائل بالنصوص اور وجوبِ جماعت اور اجتماعاتِ حج وعیدین وغیرہ سے صحبتِ اہل اللہ کے عاشقانہ اسرار اہلِ علم کے لیے باعثِ وجد تھے، اس کے ساتھ بیان میں تین اہم سنتوں کی طرف اشارہ ہے جن سے اکثر لوگ غافل ہیں جو حضرت والا کی دِقتِ نظر اور سنتِ نبوی سے محبت کا عکاس ہے اور سلوک وطریقت کے بہت سے مسائل مدلل بالقرآن والحدیث ہیں جو حضرتِ اقدس کی تقریر کا خاصہ ہے۔ اور باطنی امراض میں بدنظری جس کو حضرت والا دامت برکاتہم اس دور میں وصول الی اللہ کا سب سے بڑا مانع فرماتے ہیں، نصوصِ قطعیہ سے اس کی حرمت کی طرف نہایت دلکش عنوانات سے متوجہ فرمایا ہے۔ غرض وعظ کا ایک ایک لفظ علم وتصوف وعشق کا مرقع ہے۔ حرمِ پاک کی نسبت سے اس کا نام ''انوارِ حرم'' تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کے لیے اور حضرت والا کے

صدقے میں مرتب اور جملہ معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں اور امتِ مسلمہ کے لیے نافع فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اور حضرت والا کا سایۂ عاطفت طویل ترین عرصے تک ہمارے سروں پر قائم رکھیں اور ہم کو کامل استفادے کی توفیق عطا فرماویں اور حضرتِ اقدس کے علوم و معارف سے قیامت تک امتِ مسلمہ کو فیض یاب فرماویں اور شرفِ قبول عطا فرماویں، آمین۔

مرتب

یکے از خدام

حضرتِ اقدس عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

❁❁❁❁

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بو سے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

(عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

www.khanqah.org

انوارِ حرم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲[1]

قرآنِ پاک کی جو آیات اس وقت تلاوت کیں ان کی تفسیر اس اُمید پر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آسمان پر خوش ہو جائیں کہ زمین پر ان کے کلام کی تفسیر ہو رہی ہے اور میرے بندے میرے کلام کے حقائق و دقائق کیسے مزے لے لے کر بیان کر رہے ہیں اور میرے کلام کی کیسی عظمتیں بیان ہو رہی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر روح المعانی کے حوالے سے پیش کروں گا جو عربی زبان میں قرآنِ پاک کی سب سے بڑی تفسیر ہے۔ یہ قول علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کیا لذّت ہے، اس لذّتِ تلاوت کو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

لذّتِ دو جہاں ملی اس کے کلام سے مجھے

اس کے قریب بیٹھ کر راحتِ دو جہاں ملی

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر

اللہ تعالیٰ کے نام میں جو مٹھاس میں پاتا ہوں اس مٹھاس کو شکر کیا جانے؟ کیوں کہ شکر محدود ہے، فانی ہے اور اس کی مثل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مٹھاس غیر فانی ہے، غیر محدود ہے، بے مثل ہے۔

[1] الملک: ۱-۲

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؀۲

عربی قواعد کے لحاظ سے جب نکرہ نفی کے تحت آتا ہے تو فائدہ عموم کا دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ پر فدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو لذّتِ بے مثل دیتے ہیں جس کی مثال دونوں جہاں میں نہیں ہے جس پر میرا اردو شعر ہے۔

لذّت دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
مجھ کو تمہارے نام سے لذّت دو جہاں ملی

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تشریح مع تمثیل

لیکن ایک تو اس لذّت کا ادراک ہونا ہے، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علم کی تین قسمیں ہیں: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین مگر اس کو سمجھانے میں لوگوں کو دِقّت ہوتی ہے لیکن میں اس کو کباب کی مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اگر کوئی صحیح راوی کہہ دے کہ شامی کباب غضب کا ہوتا ہے، بہت مزہ آتا ہے تو اس کا نام ''علم الیقین'' ہے۔

کباب پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ مدینہ پاک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دعوت کی جس میں کباب بہت عمدہ تھے تو اس وقت میں نے یہ شعر کہا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا کہ۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذّت
ایسی جیسے شباب کی لذّت

تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے کباب کی ایسی تعریف آج تک کسی نے نہیں کی۔ تو میں نے عرض کیا کہ اگر راوی صحیح ہے، سچا ہے تو یہ علم ہو جائے گا کہ واقعی کباب اچھی چیز ہے، اس کا نام ''علم الیقین'' ہے لیکن کسی کو شامی کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ چٹخارے لے کر کھا رہا ہے اور واہ واہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ، کہہ رہا ہے اور مرچوں کے چٹ پٹے پن سے آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہیں تو اس کا نام ''عین الیقین'' ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں اگر اللہ والوں کو کبھی تکلیف بھی آجاتی ہے اور ان کے آنسو بھی بہہ جاتے ہیں لیکن ان کے یہ آنسو مصیبت کے

۲؎ الاخلاص:۳

نہیں ہوتے، تسلیم و رضا کی لذّت کے ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور کوئی اس سے کہے کہ کیوں رو رہے ہو، خواہ مخواہ تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ یہ کباب مجھے دے دو تو وہ کیا کہے گا کہ ارے ظالم! یہ رونا مصیبت کا نہیں ہے، مزے داری کا ہے۔

تو کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا اس کا نام ہے ”عین الیقین“ اور کسی نے کباب اس کے منہ میں رکھ دیا اور خود اسے کباب کا ذائقہ مل گیا اب اس کو ”حق الیقین“ حاصل ہوگیا۔ اسی طرح کسی اللہ والے سے سن لیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں بڑی لذت ہے تو یہ علم الیقین ہے اور کسی اللہ والے کو دیکھ لیا کہ کس مزے سے وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور کیسی پُرکیف زندگی گزارتا ہے یہ عین الیقین ہے اور جب کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے خود اس کے دل کو اللہ کے نام کی لذت حاصل ہوگئی تو اس کا نام حق الیقین ہے۔

ہر غم کا مداوا

اور جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت مل گئی پھر وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرآنِ پاک میں اعلان ہے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ[۳] دلوں کا چین صرف میری یاد میں ہے کیوں کہ میں نے ہی تمہاری ماؤں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ اگر سنگر مشین کی کمپنی اعلان کرسکتی ہے کہ سنگر میں میری ہی کمپنی کا تیل ڈلے گا تب یہ مشین پائیدار ہوگی اور اس کی حفاظت و کفالت کی ضمانت کمپنی اس صورت میں قبول کرے گی جب ہماری کمپنی ہی کا تیل اس میں ڈالو گے، اگر دوسری کمپنی کا تیل ڈالو گے تو اس کی حفاظت کی کمپنی ذمہ دار نہیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ وہ فرمادیں کہ تمہارے دل کی مشین میں میری یاد ہی کا تیل پڑے گا، تم صرف میری ہی یاد سے چین پاؤ گے کیوں کہ یہ اعلان تمہارے خالق کی طرف سے ہے جو تمہارے قلب کا بھی خالق ہے اور تمہارے قالب کا بھی خالق ہے۔

اجتماعِ ضدین اور عشاقِ حق

کروڑوں ریال تمہارے پاس ہوں اور ہم نہ چاہیں تو خوشیوں کے اسباب میں ہم تم کو

---

[۳] الرعد:۲۸

غم زدہ کرسکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو غم کے اسباب میں تم کو مسرور کرسکتے ہیں، اسبابِ غم میں گھرا ہوا ہے اور مسکرا رہا ہے۔ اس پر بھی میرا ایک قطعہ اردو کا ہے ؎

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں
عجیب جامع اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

جبکہ مناطقہ اور فلاسفہ کے نزدیک اجتماعِ ضدین محال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عاشقوں نے محال کو ممکن بنادیا کہ اگر کبھی خطا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنا دل خوش کرلیا تو اس خوشی پر نادم ہو کر رونے لگتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! معاف کردیجیے، اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے گناہ سے بچ کر اپنے دل کو ناخوش کرلیا تو اس غم پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا دل تو غمگین ہوا لیکن ہمارا مولیٰ تو خوش ہوگیا۔ اس توفیق پر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اجتماعِ ضدین کی مثال پر میرا ایک اور شعر ہے ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غم میں آپ کو خوش رکھ سکتا ہے، اسبابِ غم میں آپ کو مسرور رکھنے پر وہ قادر ہے اور اسبابِ خوشی میں وہ دل کو بے چین اور پریشان اور اشکبار کرسکتا ہے ؎

گر او خواہد عین غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غم کی ذات کو خوشی بنادے اور پاؤں کی بیڑی کو آزادی بنادے۔ دنیا کے لوگ پہلے غم کے اسباب کو ہٹاتے ہیں پھر خوشی لانے کی کوشش کرتے ہیں، پاؤں کی بیڑی یعنی اسبابِ قید کو دور کرتے ہیں پھر آزادی دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اسبابِ غم ہٹانے کی ضرورت نہیں، وہ غم کی ذات ہی کو خوشی بنادیتے ہیں اور قید ہی کو آزادی بنادیتے ہیں۔ وہ اسبابِ راحت

وخوشی میں غمگین اور بے چین کرسکتے ہیں اور اسبابِ غم میں مسرور کرسکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

کہ دل کا چین صرف اللہ تعالیٰ کی یاد پر مبنی ہے۔

بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم کی حکمت

اور بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم سے معنیٰ حصر کے پیدا ہوگئے لہٰذا اہلِ عرب پر اور سارے عالَم کے عربی دانوں پر یہ ترجمہ کرنا لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے دل کو چین ملتا ہے۔ پوچھ لیجیے، علماء بیٹھے ہوئے ہیں جو قواعد سے واقف ہیں کہ تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّأْخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ یہاں بِذِكْرِ اللّٰهِ کا حق تاخیر کا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم فرمایا کیوں کہ اگر مقدم نہ کیا جاتا تو اللہ کی یاد کے علاوہ اور چیزوں سے بھی چین ملنا ثابت ہوجاتا لیکن بِذِكْرِ اللّٰهِ کو مقدم فرماکر اللہ تعالیٰ نے حصر فرمادیا کہ صرف میری ہی یاد سے تم چین پاؤگے، اگر تم مجھے بھول جاؤگے اور میری نافرمانی میں مبتلا رہوگے تو سارے عالم کے اسبابِ چین میں ہم تم کو بے چین رکھیں گے۔ جیسے مچھلی بغیر پانی کے بے چین رہتی ہے۔ مولانا رومی نے کس طرح سے اس کو ثابت کیا کہ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست

ماہیاں را بایبوست جنگ ہاست

چاہے خشکی میں ہزاروں عیش اور رنگینیاں ہوں لیکن مچھلیوں کو خشکی سے عداوت اور جنگ ہے۔ اگر ریڈیو سے دریا میں بین الاقوامی اعلان ہوجائے کہ اس وقت دریا کے اندر بڑے بڑے مگرمچھ آگئے ہیں جو مچھلیوں کو کھارہے ہیں لہٰذا اے مچھلیو! اپنی کوئی اور پناہ گاہ ڈھونڈلو اور دریا کو چھوڑدو تو مچھلیوں کی طرف سے یہی جواب ہوگا کہ دریا کے علاوہ ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں، خشکی میں تو ہماری موت یقینی ہے، یہاں اُمید ہے کہ ہم بچ جائیں اور مگرمچھ ہمیں نہ کھائیں لیکن خشکی میں تو ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح لاکھ عیش و طرب اور اسبابِ غفلت ہوں، مؤمن بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور بزبانِ حال کہتا ہے؎

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

توبہ میں دیر کرنا خطرناک ہے

اور مچھلی کو شکاری جب کبھی خشکی میں لے آتا ہے تو تھوڑی دیر وہ تڑپتی ہے، لیکن چند منٹ کے بعد تڑپنے کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

یہ واقعہ مرا خود اپنا چشم دید ہوا

اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب مچھلی کو شکار کرکے دریا سے نکالا تو تھوڑی دیر وہ تڑپ رہی تھی اس کے بعد اس کا تڑپنا بھی ختم ہو گیا لہٰذا شیطان اور نفس جب کسی گناہ میں مبتلا کرکے ہم کو اللہ کے دریائے قرب سے باہر کر دیں تو تڑپ کر، جلدی سے توبہ کرکے پھر اللہ کے دریائے قرب میں آجاؤ ورنہ ایک دن ایسا ہو گا کہ تڑپنے کی طاقت بھی نہ رہے گی یعنی احساسِ ندامت بھی اپنے گناہوں پر نہ رہے گا اور روحانی موت ہو جائے گی۔ اس لیے گناہوں سے توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

توبہ کا کیمیکل اور اس کی کرامت

اور جلدی سے توبہ و استغفار کرکے متقین کی صف میں شامل ہو جاؤ جیسا کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَۃَ الْمُتَّقِیْنَ[۴] استغفار اور توبہ کے کیمیکل میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر رکھا ہے کہ ان کو اولیاء اللہ کے درجے میں پہنچا دیتا ہے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کی تفسیر میں حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا رونا اور ان کی آہ و زاری اور استغفار و توبہ اور اظہارِ ندامت اتنا پسند ہے کہ سارے عالم کے مُسَبِّحِیْن یعنی سارے عالم کے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اب اس حدیثِ پاک کی عربی عبارت پڑھتا ہوں:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۵]

۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱۳۵/۵، باب الاستغفار و التوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۵؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، (۸۰۵)، فی باب حرف الھمزۃ مع النون
روح المعانی: ۱۹۶/۳۰، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

سارے عالم کی تسبیحات کی آوازوں سے زیادہ مجھے اپنے گناہ گار بندوں کے آہ ونالے محبوب ہیں۔ مُسَبِّحِيْنَ میں الف لام استغراق کا ہے لہٰذا اس میں ملائکہ بھی داخل ہیں کہ جہاں کہیں بھی میری تسبیح ہو رہی ہے مجھے اس سے زیادہ یہ محبوب ہے کہ میرا کوئی گناہ گار بندہ مجھے مغفرت پر قادر سمجھ کر رورہا ہو، آہ وزاری واشکباری کر رہا ہو کہ میرا اللہ ہی مجھے معاف کر سکتا ہے تو مجھے اس کے رونے کی یہ آواز تمام عالم کے مُسَبِّحِيْنَ کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے اور یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ، اللہ ہے کیوں کہ اگر دنیا کے سلاطین کا استقبال ہو رہا ہو اور خطبۂ استقبالیہ دیا جارہا ہو اس وقت اگر کوئی آکر رونے لگے تو سیکورٹی پولیس اس کو بھگا دیتی ہے کہ اس وقت بادشاہ کا فنکشن ہورہا ہے، تم رنگ میں بھنگ مت ڈالو، اگر رونا ہے تو کل آکے رونا لیکن اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرمارہے ہیں کہ گناہ گاروں کا رونا مجھے زیادہ محبوب ہے کیوں کہ دنیا کے بادشاہ اپنی تعریف کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ سارے عالَم کی تسبیح اور حمد وثناء سے بے نیاز ہیں کیوں کہ تسبیح و تعریف سے دنیا کے بادشاہوں کی طرح ان کی عزت میں اضافہ نہیں ہوتا اور اگر ساری دنیا سرکش و نافرمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی عزّت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ علماء کے محضر میں یہ حدیثِ قدسی بیان کر رہا ہوں جس کی تعریف ہے:

هُوَ الْكَلَامُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهَا النَّبِيُّ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ اِلٰى رَبِّهٖ[۲]

اور اس لیے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ علماء نہیں جانتے، سب جانتے ہیں لیکن تکرارِ علم کر رہا ہوں کیوں کہ علم زندہ رہتا ہے تکرار سے اور عشق زندہ رہتا ہے صحبتِ ابرار سے، اگر عاشقوں کی صحبت نہ ملے تو عشق زندہ نہیں رہ سکتا۔

جماعت کے وجوب کا ایک عاشقانہ راز

اور یہ نکتہ شاید پہلی دفعہ آپ مجھ ہی سے سنیں گے کہ عشق کو زندہ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت کی نماز کو واجب فرمایا۔ جماعت کے وجوب میں یہ راز چھپا ہوا ہے کہ چاہے تم کو تنہائی کی عبادت میں بڑا سکون مل رہا ہو مگر تم فاسقین کے رجسٹر سے نہیں نکل سکو گے جب تک مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھو گے تا کہ میرے عاشقوں کی ملاقات تم پر اختیاری نہ

---

[۲] مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۰/۱، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

رہے لازمی (Compulsory) اور ضروری ہو جائے۔ اگر عشق تنہا زندہ رہتا تو نمازیں تنہائی میں پڑھنے کا حکم ہوتا، جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی لیکن چوں کہ عشق کی حقیقت یہ ہے کہ عشق تنہا زندہ نہیں رہ سکتا، عاشقوں میں زندہ رہتا ہے اور صرف زندہ ہی نہیں رہتا بڑھ جاتا ہے، ترقی بھی ہوتی ہے۔ پس عشق کی عطا اور بقا اور ارتقا موقوف ہے عاشقوں کی صحبت پر، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو واجب کر دیا تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات سے بندوں کو عشق عطا بھی ہو اور بقا بھی ہو اور ارتقا بھی ہو تاکہ میرے عاشق ترقی کرتے رہیں، محبت کی کسی منزل پر نہ ٹھہریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت در گہے ست

اللہ تعالیٰ کا راستہ غیر محدود راستہ ہے، اس لیے جس منزل پر پہنچو اس سے آگے بڑھو۔

جمعہ و عیدین و حج کے اجتماعات کا مقصد

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعتِ پنجگانہ کے وجوب پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، عاشقوں کی تعداد بڑھانے کے لیے جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع کو فرض کر دیا کہ جتنا عاشقوں سے ملاقات بڑھے گی تمہارے عشق میں اضافہ ہو گا اور سال میں عید اور بقر عید کے اجتماع کا حکم دے دیا تاکہ عاشقوں کی تعداد اور زیادہ بڑھ جائے اور زیادہ عاشق ایک دوسرے سے ملیں۔

اور حکم دے دیا کہ ایک راستے سے جاؤ اور دوسرے راستے سے آؤ۔ اس سنت کا راز ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ راستہ بدلنے میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ راستے میں قبرستان پڑیں گے اور مُردوں کے لیے ایصالِ ثواب کی توفیق ہو جائے گی جس سے مُردوں کو فائدہ ہو گا۔ دوسرے یہودیوں، نصرانیوں کے گھر پڑیں گے تو مسلمانوں کی تعداد دیکھ کر ان پر دہشت اور رعب طاری ہو گا۔ اور اس کے بعد اگر استطاعت ہو تو حج کا اجتماع فرض کر دیا کہ حرمین شریفین میں حاضری دو مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا[ے] حج کی فرضیت کا ایک راز عشاق کی بین الاقوامی ملاقات بھی ہے کہ ہر ملک کے اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ایک تو کعبہ کا اپنا نور ہے، مگر کعبہ میں جو اولیاء اللہ ہوتے

ے آل عمران:۹۷

ہیں ان کا نورِ باطن بھی اس فضا میں شامل ہوتا ہے۔ اس لیے کعبہ میں قدم رکھتے ہی نورِ ایمان بڑھ جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

کعبہ را ہر دم تجلّی می فزود

کعبہ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جو ہر لحظہ اضافہ کے ساتھ ہو رہی ہے جس سے کعبہ انوار سے معمور ہے اور دوسرے ؂

کیں ز اخلاصات ابراہیم بود

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی اس میں ہے۔

فیض عاشقانِ حق

حرمین شریفین میں بین الاقوامی عاشقوں کی ملاقات ہو رہی ہے۔ آپ چاہے ان کو جانیں یا نہ جانیں لیکن ان کا فیض پہنچے گا۔ جیسے یہاں اگر رات کی رانی لگی ہو تو اس کی خوشبو آپ کو ضرور ملے گی۔ اولیاء اللہ جو حرم میں موجود ہوتے ہیں ان سے تعارف ہو یا نہ ہو مگر اپنے سینے میں خونِ آرزو سے جو وہ جلا بھنا دل رکھتے ہیں ان کے دردِ دل کی خوشبو سے آپ محروم نہیں رہیں گے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

اِنْ مَرَّ وَلِیٌّ مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللہِ تَعَالٰی بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَکَةَ مُرُوْرِہٖ اَھْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ [۸]

اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی کسی شہر سے صرف گزر جائے، ٹھہرے بھی نہیں کہ وہاں قیام کا اس کو موقع نہیں ہے، تو اس شہر والے اس کے گزرنے کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے۔ جیسے تاریکی میں چراغ گزر جائے، کچھ دیر کو ٹھہرے بھی نہیں تو نور پھیلے گا یا نہیں؟

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے سوال کیا تھا کہ حضرت یہ جو شعر ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کو تعجب کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو مبالغہ سمجھتے ہیں حالاں کہ شاعر نے یہ کم بیان کیا ہے۔

۸ مرقاۃ المفاتیح، باب اسماء اللہ تعالیٰ، ۱۹۱/۵، (۲۲۸۸)، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اللہ والوں کی صحبت کی ایک ساعت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بات مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مفتی تقی عثمانی نے مجھے ملتان میں سنائی اور اب میں آپ کو سنارہا ہوں تو حکیم الامت میں اور مجھ میں صرف دو راوی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب اور ان کے بیٹے مولانا تقی عثمانی صاحب۔

نماز باجماعت کو رکوع سے تعبیر کرنے کی حکمت

اب یہاں ایک حکمت بیان کرتا ہوں جو روح المعانی میں علامہ آلوسی نے لکھی ہے کہ جماعت کا وجوب سارے علماء کے نزدیک اس آیت سے ثابت ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ[۹] رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ مگر ترجمہ اس کا یہ ہے کہ صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّيْنَ نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ، لیکن جماعت کی پوری نماز کو اللہ تعالیٰ نے رکوع سے کیوں تعبیر کیا جبکہ رکوع تو نماز کا ایک جُز ہے۔ بلاغت میں اس کا نام مجازِ مرسل ہے، یہ تَسْمِيَةُ الْكُلِّ بِاسْمِ الْجُزْءِ ہے یعنی ایک جُز سے کُل کو تعبیر کرنا، لیکن مجازِ مرسل میں کوئی حکمت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے ایک جُز سے کل کو تعبیر کیا گیا۔ تو اس کی وجہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ چوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو رکوع کی دولت عطا فرما کر امتنانِ نعمت کے طور پر فرمایا وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ تاکہ ہماری نعمت کی قدر کرو۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم نازل فرما کر وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ سے جماعت پنجگانہ کو واجب فرما کر اور جمعہ وعیدین اور حج کے اجتماعات کا حکم دے کر عاشقوں کی ملاقات کو دنیا میں ضروری قرار دیا جس سے اہل اللہ کی صحبت کی کس قدر اہمیت ظاہر ہوتی ہے، لیکن دنیا ہی میں نہیں جنت میں بھی اہل اللہ کی ملاقات کو صرف ضروری ہی نہیں جنت پر مقدم فرمایا جس کی دلیل نص قطعی سے پیش کروں گا کیوں کہ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ چلو

---

۹ البقرۃ:۴۳

دنیا میں مولویوں کی خوشامد کرلو کیوں کہ یہاں تو ان سے مسئلہ پوچھنے پر ہم مجبور ہیں مگر جنت میں تو شریعت نہیں ہے وہاں تو مولویوں سے جان چھوٹے گی کیوں کہ وہاں تو کوئی مسئلہ پوچھنا نہیں ہے، صرف کھانا پینا اور مزے کرنا ہے۔ جیسے ایک بار قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ! جنتی کام کرلیں۔ میں نے کہا کہ حضرت! دنیا میں جنتی کام کیا ہے؟ فرمایا کہ چلو دستر خوان لگ رہا ہے، کھانا پینا ہی تو ہے جنت کا کام۔ جنت میں نماز روزہ نہیں ہے، شریعت نہیں ہے، وہاں کوئی عبادت نہیں کرنی ہے، وہاں بس عیش ہی عیش ہے، مزہ ہی مزہ ہے، اہل اللہ کی ملاقات، عاشقوں کی زیارت۔ اگر آپ کا دل چاہا کہ چلو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلیں تو فوراً آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے، پرندہ اُڑ رہا ہے دل چاہے کہ یہ بھنا ہوا مجھے مل جائے اسی وقت بھنا ہوا موجود۔ جو چاہو گے اللہ تعالیٰ دے گا اور ہمیشہ کی غیر محدود زندگی ملے گی، کبھی موت ہی نہیں آئے گی۔

مؤمن کے خُلُوْدٌ فِی الْجَنَّةِ اور کافر کے خُلُوْدٌ فِی النَّارِ کی وجہ

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دنیا میں چندروز تم اپنی محدود زندگی کو میری مرضی پر ڈھال لو تو میں تمہیں غیر محدود زندگی اور غیر محدود لذّت تمہاری نیت کی بنا پر دوں گا کیوں کہ مؤمن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر ہمیشہ زندہ رہوں گا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر جیوں گا، اپنی مرضی اور اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر نثار کردوں گا تو مؤمن کی اس نیت پر خُلُوْدٌ فِی الْجَنَّةِ ہے اور کافر کی نیت کیوں کہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہوں گا تو کفر پر ہی رہوں گا، اس لیے کافر کے لیے خُلُوْدٌ فِی النَّارِ ہے۔

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل

تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اپنے عاشقین، اللہ والوں اور مولویوں یعنی علمائے ربانیین کی ملاقات کو ضروری کردیا لیکن فرمایا جنت میں بھی تم ان سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ فرماتے ہیں:

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾ [۱]

دیکھو جنت کی طرف دیکھنا بھی نہیں، پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ اور وہاں کی نعمتوں میں مشغول ہو، کیوں کہ میرے خاص بندوں کا درجہ جنت سے اعلیٰ ہے۔ اس کی ایک دلیل تو میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیتے تھے کہ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں، جنت اللہ والوں کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیا منطقی دلیل دی میرے شیخ نے! اور دوسری دلیل ان کے غلام اختر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جنت حاملِ نعمت ہے اور اہل اللہ حاملِ منعم ہیں اور حاملِ منعم کا درجہ نعمت سے زیادہ ہے، کہاں نعمت اور کہاں نعمت کا دینے والا! لہٰذا جن کے دل میں نعمت دینے والا متجلی ہے ان کا درجہ جنت سے زیادہ نہ ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل اللہ جنت سے افضل ہیں کیوں کہ ان کو جنت دینے والے سے نسبت ہے، خالق جنت سے رابطہ ہے اور جنت نعمت تو ہے لیکن نعمت منعم سے نہیں بڑھ سکتی۔ مخلوق خالق کے مقابلے میں نہیں آسکتی اسی لیے جنت میں مشغول ہونے سے پہلے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کا حکم ہوا کہ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، بعد میں جنت کے مزے اُڑاؤ۔

لفظ صاحبِ نسبت پر استدلال بالنص

اور عِبٰدِیۡ میں یائے نسبتیہ و تخصیصیہ ہے کہ ان بندوں کو مجھ سے نسبت ہے، یہ میرے خاص بندے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صاحبِ نسبت کیا چیز ہے؟ یہ لفظ تو صوفیا کی ایجاد معلوم ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایجاد نہیں ہے، فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کی ی میں کیا نسبت نہیں ہے۔ جیسے برادرِ نسبتی کی نسبت تو سمجھ میں آجاتی ہے۔ بیوی کے بھائی کو برادرِ نسبتی کہتے ہیں جس کو عام زبان میں سالا کہا جاتا ہے لیکن میں سالا کہنے کو منع کرتا ہوں کیوں کہ آج کل یہ لفظ گالیوں میں استعمال ہوتا ہے کہ مارو سالے کو۔ اس لیے بیوی کا بھائی کہہ دو، برادرِ نسبتی کہہ دو، برادر ان لا (Brother in law) کہہ دو، بچوں کا ماموں کہہ دو، بہت سے مہذب الفاظ ہیں۔ تو جس طرح لیلیٰ کی وجہ سے برادرِ نسبتی میں نسبت سمجھ میں آجاتی ہے تو مولیٰ کی نسبت سے اللہ والوں کا اہلِ نسبت ہونا کیوں سمجھ میں نہیں آتا۔

---

[۱] الفجر: ۲۹-۳۰

جنت پر اہل اللہ کی افضلیت کا دوسرا استدلال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نعمت دینے والے کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس حامل تجلیاتِ منعم ہونے کے سبب اہل اللہ جنت سے افضل ہیں۔ اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ[۱۱] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیوں کیا اور شکر کو مؤخر کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ فَاِنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ ذکر کی حالت میں آدمی نعمت دینے والے کے ساتھ مشتغل رہتا ہے اور علامہ آلوسی نے باب افتعال استعمال کیا کہ ارادہ کر کے وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ ایسا وظیفہ بتایئے کہ ہر وقت بلا ارادہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہے۔ فرمایا کہ توبہ کرو اس بات سے۔ اس لیے کہ بے ارادہ زبان سے اللہ نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجبور ہو گئے اور ثواب ملتا ہے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے۔ جب مجبوراً اللہ کہو گے اور تمہارا اختیار ہی نہ رہے گا تو ثواب کیا ملے گا ذکر کا؟ تو ذکر کا حاصل ہے نعمت دینے والے کے ساتھ مشغول ہونا وَاِنَّ حَاصِلَ الشُّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ اور شکر حاصل ہے نعمت کے ساتھ مشغول ہونا۔ فَالْمُشْتَغِلُ بِالْمُنْعِمِ اَفْضَلُ بِالْمُشْتَغِلِ بِالنِّعْمَةِ[۱۲] جو منعم کے ساتھ مشغول ہے وہ نعمتوں میں مشغول ہونے والے سے افضل ہے، اس لیے ذکر کو مقدم فرمایا۔ اسی لیے جنت میں مشغولی سے پہلے اللہ والوں سے ملنے کا حکم ہوا۔ یہ تفسیر روح المعانی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ والوں سے گھبراتے ہیں، ان کے جنتی ہونے میں خطرہ ہے، ان کو ذوقِ جنت حاصل نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔

تین پیاری سنتیں جن سے لوگ غافل ہیں

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی تو ساتھ ہی اللہ والوں کی محبت بھی مانگی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ اے خدا! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال

---

۱۱ البقرة: ۱۵۲

۱۲ روح المعانی: ۲/۱۹، البقرة (۱۵۲)، دار احیاء التراث، ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاته تعالىٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمته والاشتغال بذاته تعالىٰ اولىٰ من الاشتغال بنعمته

کرتاہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا سوال کرنا بھی سنت پیغمبر ہے اور بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ سنت ثابت ہے، لہٰذا اس سنت کو بھی ادا کرنا چاہیے اور آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ اور اے خدا! جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں۔ تو اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنت ہے، وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ [۱۳] اور جس عمل سے آپ کی محبت بڑھتی ہے ان اعمال کی توفیق بھی مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ ایسے اعمال کی توفیق مانگنا بھی سنت ہے۔

محبتِ الٰہیہ کی مقدار

لیکن محبت کی مقدار کیا ہونی چاہیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقدار بھی مانگی ہے۔ جس طرح جمبو کا پیٹرول اور ایئربس کا پیٹرول الگ ہوتا ہے، اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا اولی اللہ بنانا چاہتا ہے اس کو کیفیت بھی زیادہ دیتا ہے کیوں کہ پرواز کی طاقت کمیت سے نہیں ہوتی کیفیت سے آتی ہے۔ دیکھیے! ریل کی کمیت ہوائی جہاز کی کمیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ ریل کراچی سے جدہ آئے تو مہینے لگ جائیں گے اور جمبو ساڑھے تین گھنٹے میں پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ والوں کی عبادت کی مقدار سے اپنی مقدار کا توازن مت کرو کیوں کہ جس کیفیت سے وہ عبادت کررہے ہیں وہ کیفیت تم کو حاصل نہیں۔ اس لیے شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف کی دو رکعات غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں کیوں کہ جس دردِ دل سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے غیر عارف کو وہ دردِ دل حاصل نہیں، وہ محبت حاصل نہیں۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف کی اس حدیث کی دوسری سطر میں محبت کی مقدار مانگی ہے کہ محبت کتنی ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہونی چاہیے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ [۱۴]

اے خدا! اپنی محبت مجھ کو اتنی دے دے کہ میری جان سے زیادہ آپ مجھے پیارے معلوم

---

[۱۳] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

[۱۴] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

ہوں۔ سبحان اللہ! کیا پیارا مضمون ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مانگا وہ سنت ہے۔ آپ کا ہر چلن، آپ کی ہر دعا، آپ کی ہر آہ سب سنت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنا بھی سنت ہوا لہٰذا یہ بھی مانگو ورنہ تارکِ سنت ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں اور آپ کو تو محبت کی یہ مقدار حاصل تھی، آپ مانگ کر اُمت کو سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو اپنی محبت اتنی زیادہ دے دے کہ اپنی جان سے زیادہ ہم آپ کو پیار کریں یعنی اگر ہماری جان کسی نامحرم عورت کو دیکھنے سے خوش ہوتی ہے تو آپ کو خوش کرنے کے لیے ہم اپنی جان کو غمگین کرلیں مگر بد نظری کر کے آپ کو ناخوش نہ کریں۔ تب معلوم ہو گا کہ اب اللہ جان سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ جیسے دو آدمی آئے کہ ہم کو ووٹ دینا اور دونوں آپ کے دوست ہیں تو جس کی زیادہ محبت ہو گی ووٹ اسی کو دو گے۔ نفس حرام خواہش کرتا ہے یعنی demand کرتا ہے کہ اس نامحرم عورت کو دیکھ لو یا اس حسین لڑکے کو دیکھ لو، اب اگر آپ نے نفس کی ڈیمانڈ نہیں مانی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کو ووٹ دیا اور اگر نفس کی بات مان لی تو آپ نے نفس کو ووٹ دے دیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی نفس کی محبت اور اپنی جان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ ہے اور آپ کا یہ عمل بالکل عشق کے خلاف ہے۔ لہٰذا آج سے ہم سب ارادہ کرلیں کہ جان کی بازی لگا دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام مزہ اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اور واللہ! اس بلد امین میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ اللہ تعالیٰ کو ناخوش نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے اپنی حرام خوشیوں کا خون کر دیں گے تو اس کا خون بہا خود اللہ کی ذات کو پائیں گے، آپ کے دل میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہو گا اور اتنا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہاں بھول جائیں گے۔ میرا ہی شعر ہے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے فروخت نہیں ہوتے کیوں کہ ان کے قلب میں دونوں جہاں سے زیادہ مزہ ہے اور آدمی بہتر کو پا کر کمتر سے فروخت نہیں ہوتا، سورج کو پا کر ستاروں سے نہیں بک سکتا۔

لذّتوں کی تین اقسام

اسی لیے میں لذّتوں کی شراب کی تین قسمیں بیان کرتا ہوں۔ ایک تو دنیا کی شراب ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا نہیں تھی پھر پیدا ہوئی اور قیامت کے دن ختم ہو جائے گی۔ تو لذّاتِ دنیویہ کی شراب تو اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے اور جنت کی شراب ابدی ہے مگر ازلی نہیں کیوں کہ جنت نہیں تھی پھر پیدا کی گئی، لیکن اب کبھی فنا نہیں ہوگی لہٰذا جنت میں ابدیت تو ہے لیکن شانِ ازلیت سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے، اس لیے جب بہتر والی منہ کو لگ جاتی ہے تو کمتر والی منہ کو نہیں لگتی۔

عاشقوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے زیادہ محبوب ہیں

اس لیے اہل اللہ جنت سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ وہ نیک عمل جنت کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور گناہوں سے دوزخ کے خوف سے نہیں بچتے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے بچتے ہیں۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف کو دوزخ پر مقدم فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ [۱۵]

حدیث میں ہے کہ جب اللہ کا دیدار نصیب ہو گا تو اس وقت کسی جنتی کو جنت کا تصور تو کیا وسوسہ اور خیال بھی نہیں آئے گا۔ اتنے پیارے ہیں اللہ تعالیٰ کہ ان کے سامنے نہ جنت، نہ جنت کی کوئی نعمت، نہ جنت کی کوئی حور یاد آئے گی کیوں کہ خالقِ حور سامنے ہو گا۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتے ہوئے جنت کیا بیچتی ہے اور کیا حقیقت رکھتی ہے۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

---

۱۵ مسند الامام الشافعی: ۱۲۳

لہٰذا جو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کو پا جاتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم قربِ خاص

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تہجد کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، آپ پانچ پانچ پارے ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے کہ پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ ملّا علی قاری نے اس حدیث کی توثیق کی ہے کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے فرمایا مَنْ اَنْتِ "تم کون ہو؟" آہ! کوئی تو مزہ پایا آپ کی جانِ پاک مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس قدر قریب، رات دن ساتھ رہنے والی اُم المؤمنین کو نہیں پہچانا اور فرمایا کہ تم کون ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اَنَا عَائِشَةُ میں عائشہ ہوں۔ فرمایا مَنْ عَائِشَةُ؟ عائشہ کون ہے؟ عرض کیا بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی۔ فرمایا ابو بکر کون ہے؟ عرض کیا اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ جب ابو بکر تک کو بھی آپ نے نہیں پہچانا تو ابو قحافہ کا نام لیا کہ میں ان کی پوتی ہوں۔ فرمایا مَنْ اَبُوْ قُحَافَةَ ابو قحافہ کون ہیں؟ تب آپ خوفزدہ ہو کر واپس چلی گئیں کہ یااللہ! رات دن میرا ساتھ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہیں پہچان رہے ہیں۔

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

جب آپ تہجد سے فارغ ہوتے تو اپنی روح مبارک کو عرشِ اعظم سے مدینہ شریف کی زمین پر اُتارنے کے لیے تاکہ مسجدِ نبوی میں امامت کے فرائض انجام دے سکیں، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ گفتگو فرماتے۔ کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاء اے عائشہ! مجھ سے کچھ باتیں کرو۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ عام گفتگو نہیں تھی جو میاں بیوی کرتے ہیں بلکہ جس طرح جہاز بلندی سے آہستہ آہستہ رن وے پر اُترتا ہے اسی طرح آپ اپنی روح کو عرشِ اعظم سے مدینہ شریف کی سرزمین پر لانے کے لیے اور مسجدِ نبوی میں امامت کے فرائض ادا کرنے کے لیے یہ گفتگو فرماتے تھے۔ چناں چہ جب آپ کو افاقہ ہوا اور آپ نے نزول فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ!

لِیۡ مَعَ اللہِ وَقۡتٌ الخ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بعض مخصوص اوقات ہوتے ہیں اور مجھے اس وقت ایسا قرب نصیب ہوتا ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام کا بھی گزر نہیں ہوسکتا۔

حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جبکہ آپ کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین بجے رات سے اُٹھ کر پانچ گھنٹے عبادت کرچکے تھے، آٹھ بجے صبح ایک آدمی آیا اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دستخط کردیجیے، آپ کی زمینداری کے یہ کاغذات اعظم گڑھ کی عدالت میں پیش کرنا ہیں۔ پانچ گھنٹے کی عبادت اور عبادت بھی کیسی کہ روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دور تک رونے کی آواز جاتی تھی، رات کو پورا قصیدہ بردہ اور ساتوں منزل مناجاتِ مقبول کی اور بارہ تسبیح کا ذکر اور تہجد کی نماز اور ہر دو رکعات کے بعد اللہ تعالیٰ سے بے تحاشا اس طرح روتے تھے جیسے بچہ اپنی ماں سے لپٹ جائے۔ حضرت نے پہلے تو بہت سوچا کہ میرا نام کیا ہے لیکن سوچتے سوچتے جب اپنا نام یاد نہیں آیا تو ماسٹر عین الحق صاحب سے جو کاغذات لے کر آئے تھے پوچھا کہ میرا نام کیا ہے؟ ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں، میرا نام کیا ہے؟ تب ماسٹر صاحب ڈر گئے اور عرض کیا آپ کا نام عبدالغنی ہے۔ پھر حضرت نے کاغذ پر دستخط فرمائے اور ماسٹر عین الحق صاحب جلدی سے کاغذات لے کر ڈر کے مارے بھاگے کہ نہ معلوم آج کیا معاملہ ہے۔ میرے شیخ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ؎

یں من مور لبدھ گئے توہیں

اے اللہ! آپ کے نام میں میرا دل اس طرح چپک گیا کہ؎

سمرن نام بسر گئے موہیں

کہ اے میرے محبوب! مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں رہا۔ ایسی شخصیت کا اختر غلام ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلہِ تَعَالٰی وَلَا فَخۡرَ یَا رَبِّیۡ

مقدارِ محبت کا پہلا جز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی جو مقدار مانگی اس کا پہلا جز یہ ہے جو بیان ہوگیا

کہ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنۡ نَفۡسِیۡ اے اللہ! اپنی محبت مجھ کو میری جان سے زیادہ دے دے، اور جب یہ محبت ہمیں عطا ہو جائے گی تو ہم اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے اپنی جان کو خوش نہیں کریں گے اور اس کا انعام یہ ہے جو ابھی بیان ہوا کہ دنیا ہی میں ایسا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہاں کی لذت کو بھول جائیں گے۔

مقدارِ محبت کا دوسرا جز

اور محبت کی مقدار کا دوسرا جز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا وہ کیا ہے؟ وَمِنۡ اَھۡلِیۡ اور اتنی محبت دے دے کہ میرے بیوی بچوں سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔

مقدارِ محبت کا تیسرا جز

اور وَمِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ اور اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ ٹھنڈے پانی سے پیاسے کو جو مزہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔ پوچھو میر صاحب سے کہ ٹھنڈے پانی میں کتنا مزہ آتا ہے ان کو۔ یہ پانی میں برف نہیں ڈالتے، برف میں پانی ڈالتے ہیں، اگر ٹھنڈا پانی نہ ملے تو ان کو قے ہونے لگتی ہے۔ بس جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے گی تو غیر اللہ سے قے ہونے لگے گی۔ اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمالے کہ اے خدا! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں، آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتے ہیں اور ان اعمال کی محبت مانگتے ہیں کہ جن سے آپ کی محبت ملتی ہے، اور محبت کتنی ہونی چاہیے کہ آپ ہمیں ہماری جان سے زیادہ اور ہمارے اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہو جائیں۔

محبت کی مطلوبہ مقدار کیسے حاصل ہو؟

لیکن محبت کی یہ مقدار کہاں سے ملے گی جس سے ہم اللہ والے ہو جائیں، تو ایک بات سن لیجیے۔ بہت دردِ دل سے کہتا ہوں کہ امرود ملتا ہے امرود والوں سے، آم ملتا ہے آم والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے، کسی دلیل کی اس میں ضرورت نہیں ہے۔ ایک لوہے نے پارس پتھر

سے پوچھا کہ سنا ہے جو لوہا آپ سے متصل یعنی ٹچ (Touch) ہو جاتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ تو پارس پتھر نے ہنس کر کہا کہ دلیل مت پوچھو مجھ سے ٹچ ہو کے دیکھ لو۔ اسی طرح صدقِ دل سے اللہ والوں کے ساتھ رہ کے تو دیکھو کہ ان کی صحبت سے کیا ملتا ہے۔ ارے عطائے عشق بھی ہو گا، بقائے عشق بھی ملے گا اور ارتقائے عشق بھی عطا ہو گا۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔

علامہ آلوسی کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ خَالِطُوۡهُمۡ لِتَكُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ[۱۶] اللہ والوں کے ساتھ اتنی مدت تک رہو کہ تم بھی اللہ والے بن جاؤ۔ سائنس کی رو سے دیسی آم کی لنگڑے آم کے ساتھ اتنے عرصے تک پیوندکاری واجب ہے کہ دیسی آم لنگڑے آم میں تبدیل ہو جائے۔ اسی لیے سائنس دان دیسی آم کی پٹی لنگڑے آم کے ساتھ کَس کے باندھتے ہیں تاکہ لنگڑے آم کی سیرت دیسی آم میں منتقل ہو جائے۔ اسی طرح جتنا قوی تعلق کسی اللہ والے سے ہو گا اتنا ہی زیادہ قوی دین آپ کے اندر آجائے گا اور ہمت شیرانہ آپ میں منتقل ہو جائے گی اور لومڑیانہ خصائل ختم ہو جائیں گے۔ پھر اگر سارے عالم میں منتخب دنیا کی سب سے بڑی حسینہ بھی سامنے آجائے لیکن اگر وہ اللہ کے سچے عاشقوں کا تربیت یافتہ ہے تو مجال نہیں کہ اس پر نظر ڈالے۔ وہ اپنے دل کا خون کر لے گا کیوں کہ اسی خونِ آرزو کا خون بہا وہ اللہ کی ذات کو پا رہا ہے۔ جب تم نظر لیلیٰ سے بچاؤ گے تو دل میں مولیٰ کو پاؤ گے۔ جنت تو اُدھار ہے لیکن مولیٰ اُدھار نہیں، مولیٰ تمہیں نقد ملے گا یعنی ایمان کی حلاوت اسی وقت دل میں پاؤ گے۔ غرض اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے اور اللہ والوں کی سیرت اور ان کی صفات، ان کا تقویٰ اور ان کا دردِ محبت منتقل ہو جاتا ہے۔

وصول الی اللہ کی شرط

لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کی نیت بھی ہو۔ خالی پیر کے دسترخوان پر مال اُڑانے کی نیت نہ ہو۔ بعض اسی نیت سے آتے ہیں کہ سنتے ہیں کہ خانقاہوں میں بریانی وغیرہ ملتی ہے، چلو مال اُڑائیں۔ چناں چہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص آیا اور ایک ہی مجلس کے بعد اس نے کہا کہ واللہ! میری روح تو عرش تک پہنچ گئی، آپ

[۱۶] روح المعانی:۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

نے تو فرشی کو عرشی بنادیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کے کلام میں اخلاص کی خوشبو نہیں ملی، ایسا محسوس ہوا کہ یہ پکا دنیادار ہے اور مال اُڑانے کے لیے آیا ہے۔ تو حضرت نے میزبان سے کہا کہ آج جَو کی روٹی اور ارہر کی اُبلی ہوئی دال پکانا اور چٹنی بھی نہ رکھنا۔ امتحان میں ممتحن کو بھی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اس نے جب ارہر کی دال اور جو کی روٹی دیکھی تو حضرت اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے کہ دیکھیں اس کے چہرے پر کیا کیا رنگ تبدیل ہوتے ہیں، مایوسی اور صدمے سے نڈھال معلوم ہونے لگا۔ پھر میزبان سے تنہائی میں فرمایا کہ رات کے کھانے پر بھی یہی جو کی روٹی اور دال ہوگی، کچھ اور نہیں ہوگا، نہ بریانی نہ پلاؤ، میرا حکم چلے گا۔ اب دوسرے دن دوپہر کو بھی پھر وہی روٹی اور وہی دال تھی اور رات کو سوچا کہ شاید اب بریانی مل جائے۔ لیکن دیکھا تو وہی دال۔ جب دیکھا کہ یہاں تو دال نہیں گلے گی تو ٹھیک بارہ بجے رات کو عرشِ اعظم سے فرش پر اُتر آیا اور بستر لے کے بھاگ گیا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی تقریر سے تو میری روح عرشِ اعظم پر پہنچ گئی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اللہ والے ایسے ہی بے وقوف ہوتے ہیں، انہیں خوب بے وقوف بنالو۔ یہ احمق نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول کرتا ہے اس کو عقل و فراست بھی دیتا ہے۔ ان کو کیا معلوم کہ اللہ والوں کی فراست کیا ہوتی ہے۔

اور حضرت نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک نیا مرید آیا اور کہا کہ حضرت! مجھے دبانا بہت اچھا آتا ہے۔ کہا کہ اچھا دیکھوں کیسا دباتا ہے۔ دبانے میں واقعی ماہر تھا، ایسا دبایا کہ حضرت کو سلادیا۔ جب حضرت کو خوب گہری نیند آگئی تو سارا پیسہ حضرت کی جیب سے نکال کر ایک دو تین ہوگیا۔ حضرت کی جب آنکھ کھلی تو فرمایا کہ یہ دبوانا تو بڑا مہنگا پڑا اور فرمایا کہ پیر کو مریدوں کے چکر میں جلدی نہیں آنا چاہیے، کافی دن آزمائش کرنی چاہیے۔

محرومی کے دو سبب

غرض جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ اخلاص سے نہیں رہتے محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے استغنا برتتے ہیں کہ صاحب! ہمیں کیا ضرورت ہے اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کی، ہم خود بخاری پڑھاتے ہیں تو ایسے مولوی صاحب کی اُمت کی نگاہوں میں کوئی عزت نہیں ہوتی، وہ مولوی صاحب نہیں مُولی صاحب، گاجر صاحب ہیں کیوں کہ ان کے

علم و عمل میں فاصلے ہیں۔ مولوی وہ ہے جو مولیٰ والا ہو۔ جیسے لکھنوی اس کو کہتے ہیں جو لکھنؤ والا ہو، اصل مولوی وہ ہے جس کو نسبت ہو مولیٰ سے، جس نے کسی اللہ والے کی صحبت اُٹھائی ہو، اہل اللہ سے پیوند کاری کی ہو، جو دیسی آم الگ رہتا ہے اور لنگڑے آم سے ملاقات نہیں کرتا بلکہ مذاق اُڑاتا ہے، توہین کرتا ہے اور اپنے منہ سے کہتا ہے کہ میں خود لنگڑا آم ہوں، آؤ میرے ساتھ رہو، میری مجلس میں بیٹھو، مجھ سے پیوند کاری کرلو۔ تو اس سے پوچھو کہ آپ نے کس لنگڑے آم سے پیوند کاری کی ہے؟ آپ مربی بننے کے شوق میں جو پاگل ہو رہے ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ مربّہ بھی بنے ہیں کہ نہیں؟ پہلے مربّہ بنتا ہے پھر مربی ہوتا ہے۔ تو کسی مربی کی تربیت آپ نے اُٹھائی ہے؟ آپ کس کے تربیت یافتہ ہیں؟ میں کیسے آپ کو لنگڑا آم سمجھ لوں؟ آپ تو لنگڑے آم کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں اور اس کی غیبت کرتے رہتے ہیں۔ پہلے آپ کسی لنگڑے آم کی صحبت اُٹھایئے اور لنگڑا آم بن جایئے، پھر آپ کو کہنا نہیں پڑے گا کہ میں لنگڑا آم ہوں، لوگ آپ کی خوشبو سے خود آپ پر فدا ہوجائیں گے۔ ورنہ لاکھ تقریریں کیجیے کچھ اثر نہ ہوگا۔ میرے شیخ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس عالم نے اللہ والوں کی صحبت نہیں اُٹھائی اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ نہیں کیا اس کی گفتگو میں بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب یہ خود مست نہیں تو دوسروں کو کیا مست کرے گا اور میرے شیخ اس کی مثال دیتے تھے کہ کچا قیمہ پیس کر اس میں کباب کے سارے اجزا ڈال دو اور ٹکیہ بنا کر رکھ دو اور لکھ دو کہ یہ شامی کباب ہے، مگر اسے مجاہدہ سے نہیں گزارا گیا اور آگ پر رکھ کر سرسوں کے تیل میں تلا نہیں گیا تو اس کی صورت تو شامی کباب کی سی ہوگی لیکن سیرت نہ ہوگی، اور اس میں وہ خوشبو بھی نہیں آئے گی جو کباب میں ہوتی ہے اور جو کوئی کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ یار ہم نے تو مولانا لوگوں کی بڑی تعریف سنی تھی مگر ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

لیکن اس کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر نیچے سے آگ لگائی جائے اور تیل میں تلا جائے اب جو اس کی خوشبو پھیلے گی تو کافر بھی کہے گا کہ ؎

بوئے کباب مارا مسلماں کرد

اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر ڈالا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سولہ سترہ سال کا ایک ہندو لڑکا مسلمان ہوگیا اور جونپور میں علم دین پڑھنے آیا جہاں میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سولہ اسباق پڑھاتے تھے اور سب مشکوٰۃ جلالین سے اوپر کی کتابیں تھیں۔ میرے شیخ بہت بڑے عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے انتخاب ہوا تھا۔ تو فرمایا کہ مدرسے میں طلباء کی دعوت میں گائے کا کباب آیا۔ اس بے چارے نے کہاں گائے کا کباب کھایا تھا کیوں کہ ہندو گائے کا گوشت کہاں کھاتے ہیں، اس کو تو مزہ آ گیا۔ جب اس کو کوئی دن گائے کا گرم گرم کباب نہیں ملا تو وہ تو تلا تھا، اپنی تو تلی زبان میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یار! تم لوگ ہر وقت کتاب ہی لیے پھرتے ہو یا کہیں دعوت واوت بھی ہے کہ گائے کا کباب ملے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ علمِ درسِ نظامی جس نے حاصل کرلیا اس کی مثال اسی کچے قیمے کے کباب کی سی ہے جس میں کباب کے تمام مسالے اور اجزا پڑے ہوئے ہیں اور اس کی دستاربندی بھی کردی گئی کہ آج تم شامی کباب ہوگئے لیکن ابھی نہ یہ خود مزہ پائے گا، نہ اس کے پاس بیٹھنے والے مزہ پائیں گے جب تک اس کو مجاہدے کی آگ پر تلا نہ جائے گا لہٰذا اب یہ کسی بزرگ کے پاس جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھائے یہاں تک کہ اس مجاہدے سے اس کا دل جل کر کباب ہو جائے۔ اب اس کے علم کی خوشبو سارے عالَم میں پھیل جائے گی۔

صحبتِ اہل اللہ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی کی جب بخاری شریف ختم ہوئی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مخاطب کرکے بخاری شریف پڑھنے والوں سے فرمایا کہ آج بخاری شریف ختم ہوگئی، آج تم عالم ہوگئے مگر بخاری شریف کی روح جب حاصل ہوگی جب چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو گے۔ پھر تمہیں درد بھرا دل عطا ہوگا، اپنے علم پر عمل نصیب ہوگا اور علم کی حلاوت ملے گی اور تمہارے منہ سے جو علم نکلے گا جادو بیانی کے ساتھ نکلے گا۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔ یہ جملہ علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کے متعلق بڑے پیر صاحب کا ارشاد

اب بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ سنیے جو میں نے اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اے علمائے دین! جب پڑھ کر عالم ہو جاؤ تو فوراً مسجد کے منبر کو نہ سنبھالو۔ چھ مہینے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ پڑو۔ جب نفس مٹ جائے گا پھر منبر تمہارا منبر ہو گا، تقریر تمہاری تقریر ہو گی، تمہارے کلام میں اللہ تعالیٰ اثر ڈال دے گا اور ایک عالَم تم سے فیض یاب ہو گا۔

کلام مؤثر کس کو عطا ہوتا ہے؟

دل جتنا جلا بُھنا ہو گا، جتنا زیادہ متقی ہو گا اس کی زبان میں اسی قدر اثر ہو گا۔ اسی لیے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا[1] دنیا میں اس سے بہتر کوئی گفتگو نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہے، دنیا بھر کے حسینوں سے یہ حسین تر ہے لیکن وَعَمِلَ صَالِحًا صالح عمل بھی کر رہا ہو، فاسقانہ عمل نہ کر رہا ہو۔ نافرمانی کے ساتھ دعوۃ الی اللہ جائز تو ہے مگر اثر نہیں ہو گا۔ ایک بوڑھی نے ایک شیخ سے کہا میرا بیٹا گڑ بہت کھاتا ہے تو بزرگ نے کہا کہ اسے کل لے کر آنا۔ جب کل آئی تو کہا بیٹے گڑ نہ کھایا کرو تو بڑھیا کو غصہ آگیا کہ کل ایک میل سے ہم آئے تھے، اتنی بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے اور آج ایک میل پھر دوڑایا۔ انہوں نے کہا کہ بڑھیا سن! کل تک میں بھی بہت گڑ کھاتا تھا، اگر کل میں گڑ کھانے کو منع کرتا تو زبان میں اثر نہ ہوتا کیوں کہ کل تک میں خود بے عمل تھا۔ جو عمل کرتا ہے اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ تاثیر ڈالتا ہے۔ جو دل اللہ تعالیٰ کے لیے تقویٰ کا غم اُٹھاتا ہے وہ جب دوسروں کو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو اور اللہ کو ناخوش کر کے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لاؤ چاہے دل جل کر کباب ہو جائے تو اس کی بات میں اثر ہوتا ہے۔ جس سے دوسروں کو بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جب دل جل کر کباب ہوتا ہے تب ہی ایمان خوشبودار ہوتا ہے۔ کافر بھی آپ کو دیکھ کر پہچان جائے گا کہ یہ کوئی اللہ والا ہے ورنہ اگر عالم بھی ہے لیکن اللہ والوں سے بے تعلق ہے تو اللہ والا نہیں ہو سکتا کیوں کہ عالم اصلی وہی ہے جو اللہ والا ہو۔

---

[1] حٰمٓ السجدۃ:۳۳

اہلِ ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾[۱۸]

اگر تم مسائل نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو۔ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اَلْمُرَادُ بِاَھْلِ الذِّکْرِ الْعُلَمَاءُ یہاں اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ لَاتَعْلَمُوْنَ والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اہلِ ذکر سے مسائلِ شرعیہ پوچھو جس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذکر سے مراد اہلِ علم ہیں، کیوں کہ اگر وہ لَایَعْلَمُوْنَ ہیں تو لَاتَعْلَمُوْنَ، لَایَعْلَمُوْنَ سے کیسے پوچھے گا؟

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو اہلِ ذکر سے اس لیے تعبیر کیا کہ اے علمائے دین! ہم نے تمہارا نام اہلِ ذکر رکھا ہے، تم اگر ہم سے غافل ہوگے تو غضب کروگے اور ہمارے عطا فرمودہ نام کی بے قدری کروگے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اُٹھاتا عالم بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میں جاتا ہے تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور، لہٰذا جب دیکھو کہ کوئی گناہ گار اور غافل اللہ والا ہو گیا تو اب اسے طعنہ نہ دو کہ یہ پہلے ایسا تھا۔

اہل اللہ کے تربیت یافتہ کی مثال

تِلّی کا تیل جب گلاب کے پھولوں کی صحبت سے روغنِ گل ہو گیا تو اب ماضی بعید کو مت دہراؤ کہ پہلے یہ تلی کا تیل تھا۔

روغنِ گل روغنِ کنجد نہ ماند

گلاب کی صحبت میں رہ کر اس نے مجاہدہ کیا ہے، اس لیے اب جو تیل نکلا ہے یہ گل روغن ہے، اس کو اگر اب تلی کا تیل کہوگے تو ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کر دے گا۔ اسی طرح دیسی آم جب لنگڑے آم کی صحبت میں لنگڑا آم بن گیا تو اس کو اب دیسی آم نہ کہو ورنہ ہتکِ عزت کا مقدمہ

---

۱۸ النحل: ۴۳

تم پر چل جائے گا۔ اب یہ لنگڑا آم ہے۔ میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے لیکن دیسی دل اللہ والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں تنگڑا دل بنتا ہے اور ایسا تنگڑا دل بنتا ہے کہ خود بھی استقامت سے رہتا ہے اور دوسروں کی استقامت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت خوش رکھتا ہے، اللہ کی ناخوشی سے بچنے کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے اور خوش رہتا ہے۔ اگرچہ اندر دریائے خون کیوں نہ بہہ رہا ہو؎

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

انعامِ خونِ آرزو

یہ نہ سمجھو کہ اولیاء اللہ کے سینے میں دل نہیں یا دل ہے تو اس میں جذبات نہیں یا جذبات ہیں تو ان میں کیفیات نہیں، ان کا دل اور زیادہ حسّاس ہوتا ہے بوجہ لطیف ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے وہ لطیف المزاج ہوتے ہیں، ان کے لطیف احساس کا تھرمامیٹر ایک اعشاریہ حسن بھی اپنے اندر محسوس کرلیتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی نظر بچاتے ہیں اور خونِ آرزو کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا دل پورا ایک دریائے خون ہوتا ہے جس کا انعام یہ ہے کہ ان کے قلب کے ہر اُفق سے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے بے شمار آفتاب طلوع کرتا ہے اور ان کو وہ لذت ملتی ہے جس کے سامنے دونوں جہاں کی لذّتیں ہیچ ہیں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اللہ کو حاصل کرلو سارے جہاں کی نعمتیں بھول جاؤ گے، شامی کباب اور بریانی بھول جاؤ گے۔ ان کے نام میں جو مزہ ہے اس کی کوئی مثل نہیں۔ جو اللہ سارے عالم کو مزہ دیتا ہے، جو مرغ میں لذّتِ مرغ دیتا ہے، جو دونوں جہاں کی لذّتوں کا خالق ہے وہ خود کیسے بے لذّت ہوگا؟ اور ان کی لذّتِ قرب کبھی منقطع نہیں ہوتی، یہ لذّت ہر وقت ان کے عاشقوں کو حاصل ہے۔

قربِ دوام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا

دیکھیے دنیا میں ایک ہی لیلیٰ سے مجنوں پاگل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی عاشق پاگل نہیں ہوا۔ کیوں؟ اس لیے کہ عاشق پاگل ہوتا ہے غمِ فراقِ محبوب سے اور اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں۔ فرماتے ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ[۱۹] اے میرے عاشقو! جہاں بھی تم رہوگے تمہارا مولیٰ تمہارے ساتھ رہے گا۔ مولائے کائنات کبھی اپنے عاشقوں سے الگ نہیں ہے، دور نہیں ہے، اس لیے عشقِ مولیٰ میں غمِ فراق نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ کا کوئی عاشق آج تک پاگل نہیں ہوا اور مجنوں پاگل ہوا غمِ فراقِ لیلیٰ سے لیکن اگر مجنوں کو بھی اس زمانے کا کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا۔ ہر زمانے کے شمس الدین تبریزی الگ ہوتے ہیں، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ شمس الدین تبریزی پیدا کرتا ہے۔ عشق تو ایک پیٹرول ہے۔ ڈرائیونگ صحیح کرلو اور عشق کے پیٹرول سے کعبہ شریف چلے جاؤ، اللہ والوں کے پاس چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے ہی قدم سے چین اور اطمینان ملے گا اور اگر ڈرائیونگ غلط کرلی تو یہی پیٹرول لیلاؤں تک پہنچادے گا اور لیلاؤں کے آغازِ حرفِ عشق اور نظر کے زیر و پوائنٹ اور نقطۂ آغاز سے آپ کا دل عذاب میں مبتلا ہوجائے گا۔ واللہ! کہتا ہوں کہ جتنے نظر باز ہیں ان کے سر پر قرآن شریف رکھ کر پوچھ لو کہ نظر پڑتے ہی بے چینی شروع ہوجاتی ہے یا نہیں کہ آہ! یہ مجھ کو ملی ہوتی۔ بس ہر وقت کاش کاش اور دل ہوگیا پاش پاش پاش اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ[۲۰] کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ کیا میں تمہارے لیے کافی نہیں ہوں جو مجھے چھوڑ کر بد نظری کرتے ہو۔ اس کے برعکس اللہ والے ہر وقت چین میں ہیں، نظر بچاکر حلاوتِ ایمانیہ کو یعنی اپنے مولیٰ کو اپنے دل میں پاجاتے ہیں اور سکون سے رہتے ہیں اور بد نظری کرنے والے کو بد نظری کے بعد دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ یہ کیسے ملے گی یا کیسے ملے گا؟

---

۱۹ الحدید:۴

۲۰ الزمر:۳۶

بد نگاہی کی حرمت کا ایک دلکش عنوان

لٰہذا اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنے دل کو تکلیف مت دو کیوں کہ ایذائے مسلم حرام ہے اور تم بھی تو مسلمان ہو لٰہذا اپنے دل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ یہ ایک نئی بات ہے یا نہیں؟ ایذائے مسلم سے بد نگاہی کی حرمت کا یہ عنوان اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا۔

بد نظری نُصوصِ قطعیہ سے حرام ہے

بعضے بے وقوف کہتے ہیں کہ ہم نے تو کچھ نہیں کیا، نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔ نہ جانے یہ مولوی لوگ ہمیں کیوں اس قدر ڈراتے ہیں۔ مولوی نہیں ڈراتا بلکہ جس اللہ پر ایمان لائے ہو اس کا حکم ہے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[۲۱] اور جس نبی کی نبوت پر ایمان لائے ہو وہ پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف میں فرمارہا ہے کہ زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ[۲۲] بد نگاہی آنکھوں کا زنا ہے۔ غضِ بصر محض تصوف کا مسئلہ نہیں ہے اللہ و رسول کا حکم ہے حالاں کہ تصوف کا کوئی مسئلہ احکامِ شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا، وہ تصوف ہی نہیں جو سنت و شریعت کے خلاف ہو۔ پس ظالم ہے وہ شخص جو اس کو صرف تصوف کا مسئلہ کہتا ہے جب کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۲۳] اے اللہ! نظر کرنے والے پر اور حرام نظر کے لیے خود کو پیش کرنے والے یا والی پر (مثلاً بے پردہ پھرنے والی عورتوں پر) لعنت فرما۔ یعنی ناظر اور منظور دونوں پر لعنت ہو، اور لعنت کے معنیٰ ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ بتایئے! یہ نص قطعی ہے یا نہیں؟ جب یہ آنکھوں کا زنا ہے تو آنکھوں کے زنا پر لعنت نہ ہوگی؟ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زنا نہ فرماتے اور لعنت نہ فرماتے۔

تمام احکاماتِ الٰہیہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں

اور غضِ بصر کا حکم تو عین ہماری انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ جب آپ پسند نہیں

---

۲۱ النور:۳۰
۲۲ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظھریۃ
۲۳ مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۷۰، باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات، المکتبۃ القدیمیۃ

کرتے کہ آپ کی بہو بیٹی کو کوئی بُری نظر سے دیکھے تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ایک نوجوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو زنا کی اجازت دی جائے۔ آج کل اگر کوئی کسی مولوی سے ایسی بات کہے تو ایک طمانچہ مارے گا لیکن واہ رے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا کہ بیٹھو اور فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا کہ اگر تمہاری ماں سے کوئی زنا کی اجازت مانگے تو اجازت دوگے؟ اس نے تلوار نکال لی اور کہا کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری کوئی بہن ہے؟ عرض کیا کہ ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی تم سے اجازت مانگے تمہاری بہن سے زنا کی تو اجازت دوگے؟ اس نے پھر یہی کہا کہ تلوار سے قتل کر دوں گا۔ پھر فرمایا تمہاری خالہ زندہ ہے، تمہاری پھوپھی زندہ ہے، آپ نے ہر ایک کا نام لیا تو اس نے ہر ایک پر یہی کہا کہ میں قتل کر دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ تم جس سے زنا کی اجازت چاہتے ہو وہ کسی کی ماں ہو گی، کسی کی بیٹی ہو گی، کسی کی خالہ ہو گی، کسی کی پھوپھی ہو گی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینے پر رکھا اور یہ دُعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ[۲۴] اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف کر دے اور اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرما دے۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے پھر مجھے کبھی زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

احمقانہ مرض

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری احمقانہ مرض ہے، نہ ملنا نہ ملانا بس دل کا تڑپانا، کلپانا اور للچانا۔ لاکھ دیکھ لو لیکن ملے گی نہیں۔ ملے گی وہی جو تمہارے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے حلال لکھ دی ہے۔ اس لیے یہ حماقت کا مرض ہے۔

بدنظری کے چند طبی نقصانات

اور صحت الگ خراب ہو جاتی ہے۔ بحیثیت ایک طبیب کے اختر کہتا ہے کہ جو

[۲۴] شعب الایمان: ۳۶۲/۴-۳۶۳ (۵۴۱۵)، باب فی تحریم الفروج وما یجب من التعفف عنها، دار الکتب العلمیة، بیروت

بد نظری کرتا ہے اس کا مثانہ کمزور ہو جاتا ہے جس سے پیشاب بار بار لگے گا اور منی رقیق ہو جائے گی جس سے سرعتِ انزال کی شکایت ہو جائے گی اور بیویوں کے حقوق صحیح ادا نہیں ہوں گے، اس لیے انگریزوں کی عورتوں کو ان سے تسلی نہیں ہوتی اور وہاں زنا کے عام ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ متقی جتنا قوی حق ادا کر سکتا ہے اپنی بیوی کا غیر متقی اتنا ادا نہیں کر سکتا۔ بد نظری سے اعصاب کو گرمی پہنچتی ہے اور ہر گرم چیز قوام کو رقیق کر دیتی ہے۔ اس لیے حسینوں کے قریب بھی نہ بیٹھو۔ چاہے نہ دیکھے لیکن جو قریب بیٹھے گا وہ بھی گرم ہو جائے گا۔ دیکھیے! اگر گھی کے کنستر کو چادر میں لپیٹ کر آگ کے قریب رکھ دو تو چاہے وہ آگ کو نہ دیکھ سکے لیکن گھی پگھل جائے گا، اور اُٹھنّی کو آپ نے کالے کپڑے میں لپیٹ دیا لیکن مقناطیس یعنی میگنٹ کو اُٹھنّی کے قریب سے گزارا تو اُٹھنّی ناچنے لگے گی۔ پس حسن میں بھی میگنٹ ہے اور عشق میں بھی میگنٹ ہے، اس لیے حسن و عشق میں فاصلے ہونا ضروری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں اور کشمکش میں مبتلا ہو جائیں۔

حفاظتِ نظر اور حلاوتِ ایمانی

حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کشمکش سے بچالیا اور سکون سے جینا عطا فرمایا اور ہر نظر کے بچانے پر وعدہ ہے حلاوتِ ایمانی کا اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهُ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهٖ[۲۵] حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نظر ابلیس کا تیر ہے زہر میں بجھایا ہوا جس نے میرے ڈر سے اس کو ترک کیا تو اس کے بدلے میں اس کو ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پالے گا۔ اور جس نے ابلیس کا یہ تیر کھالیا اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ[۲۶] اللہ تعالیٰ باخبر ہے تمہاری مصنوعات سے۔ جدہ میں مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے يَصْنَعُوْنَ کیوں فرمایا، يَعْلَمُوْنَ اور

---

۲۵ کنز العمال: ۵/۳۲۸، (۱۳۰۶۸)، الفرع فی مقدمات الزنا والخلوۃ بالاجنبیۃ، مطبوعۃ مؤسسۃ الرسالۃ۔
المستدرک للحاکم: ۴/۳۴۹ (۷۸۷۵)

۲۶ النور: ۳۰

يَفْعَلُوْنَ بھی تو فرماسکتے تھے لیکن نظر بازی کر کے حرام لذّت لینے والا کون سی صنعت بناتا ہے؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! یہاں میرے پاس کوئی تفسیر نہیں ہے، مسافر ہوں اپنی رحمت سے اس کا مفہوم مجھے عطا فرمائیے تو میرے قلب میں آیا کہ جو بد نظری کے مریض ہیں، نظر بازی کے وقت ان کے چہرے کے عجیب عجیب ڈیزائن بنتے ہیں۔ جسے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ جب کتّا پاگل ہو جاتا ہے تو ایک سمت کو نہیں چلتا لَا یَقْصُدُ فِی الْمَشْیِ سِمْتًا وَّاحِدًا اس طرح جو اس مرض کے شکار ہیں وہ بھی مختلف سمتوں میں نظر مارتے ہیں، کبھی اوپر، کبھی نیچے، کبھی دائیں، کبھی بائیں دیکھتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں کدھر سے کوئی نمکین شکل نظر آجائے۔ یہ ایک ڈیزائن اور ایک صنعت بنی۔ کبھی اس منظور کے خیالوں میں گم ہیں تو ایک دوسری ڈیزائن بن گئی، اس سے دل ہی دل میں باتیں کرنا چاہتے ہیں، اس کو ہاتھوں سے چھونا چاہتے ہیں، ہونٹوں سے اس کو چومنا چاہتے ہیں، اسی طرح پاؤں سے اس کے گھر کا چکر لگانا چاہتے ہیں، اور ان اعمال اور مختلف ڈیزائن کو اللہ تعالیٰ نے یَصْنَعُوْنَ سے تعبیر فرمایا۔ جب میں نے کراچی پہنچ کر تفسیر روح المعانی دیکھی تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی کہ علامہ آلوسی نے وہی معانی بیان کیے جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائے تھے۔

فرمایا کہ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ کے معنیٰ ہیں اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِاِجَالَۃِ النَّظَرِ، جَالَ یَجُوْلُ معنیٰ گھومنا، اَجَالَ یُجِیْلُ معنیٰ گھمانا۔ تو جب تم نظر کو گھما گھما کے اِدھر اُدھر دیکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم کو دیکھ رہا ہے کہ یہ نالائق آنکھوں کو کہاں استعمال کر رہا ہے، میں اس کو دیکھتا ہوں اور یہ کہیں اور دیکھ رہا ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دوسری تفسیر ہے: اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِاسْتِعْمَالِ سَائِرِ الْحَوَاسِّ جب تم بد نظری کرتے ہو تو تمہارے حواسِ خمسہ غیر اللہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کان سے اس کی گفتگو سننے کو دل چاہتا ہے، زبان سے اس کو چاٹنے کو دل چاہتا ہے، ناک سے اس کو سونگھنے کو دل چاہتا ہے، ہاتھ سے اس کو چھونے کو دل چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس ڈیزائن سے بھی باخبر ہے۔ تیسری تفسیر ہے اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِتَحْرِیْكِ الْجَوَارِحِ اور تمہارے ہاتھ پیر بھی اس کے چکر میں آجاتے

ہیں، ہاتھ سے اس کو خط لکھنے لگتے ہو اور پیر سے وہاں جانے لگتے ہو وغیرہ اور آخری تفسیر کیا ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَقْصُدُوْنَ بِذٰلِكَ اس نظر سے جو تمہاری آخری منزل ہے یعنی بدکاری اور بدکاری کے ارادوں اور تمناؤں سے بھی اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ تم دل میں کیا سوچ رہے ہو۔

آیت اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کی تفسیر

ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے دل کی بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت کیسے دیکھتا ہے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کیا اس ظالم کو ہم نے دو آنکھیں نہیں دیں جس سے وہ دیکھ رہا ہے، سارے عالَم کو میں دو آنکھیں دے رہا ہوں اور بھلا میں بے آنکھ والا ہوں؟ کیا پیارا عنوان ہے وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ[۲۷] اور اس کے قلب کے مضامین کی ترجمانی کے لیے ہم نے اسے زبان اور ہونٹ دیے تو جب ہم تمہارے دل کا ترجمان تم کو دے سکتے ہیں تو کیا تمہارے دل کے راز سے باخبر نہیں ہو سکتے۔

دورِ حاضر میں وصول الی اللہ کا طریق

پس جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ظاہر و باطن کی خبر ہے، اس لیے دوستو! اگر مولیٰ سے رابطہ کرنا ہے تو ان لیلاؤں سے بچنا ہے۔ اپنی بیوی پر قناعت کرو۔ اب کوئی کہے کہ میری بیوی کم خوبصورت ہے، ماں باپ نے غلط جگہ شادی کر دی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، صاحبِ روح المعانی نے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ہماری بیویوں کو حوروں سے زیادہ حسین کر دیں گے۔ چند دن صبر کرلو۔ پلیٹ فارم کی چائے گھر کی چائے نہیں ہوتی، بے مزہ ہوتی ہے لیکن پھر بھی پی لیتا ہے کہ سفر میں نزلہ زکام سے تو بچ جائیں گے، گرم پانی ہی سہی گھر چل کر عمدہ چائے پئیں گے۔ تو جیسی اللہ تعالیٰ نے دی اس پر گزارا کرلو۔ یہ دنیا پلیٹ فارم ہے اور بعض کے لیے اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں۔ جیسے دیکھو مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ جو ابّا عقل مند ہوتا ہے وہ اپنے بیٹے کی بہت حسین لڑکی سے شادی نہیں کراتا۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے؟ تو اس باپ نے بتایا کہ پھر یہ اپنی بیوی کو دیکھتا رہے گا، امّاں ابّا کو نہیں پوچھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ

---

[۲۷] البلد: ۹-۱۰

بھی جس کو چاہتے ہیں کہ یہ ہمارا بن کے رہے اس کو حسین بیوی نہیں دیتے تاکہ دین کے کاموں میں لگا رہے اور معتدل رہے، دنیا سے زیادہ دل نہ لگائے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت کی تاثیر

میں کہتا ہوں کہ مولیٰ کی یاد میں رہو تو یہ چیزیں یاد بھی نہیں آئیں گی، دل میں ان کی زیادہ اہمیت نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی لذّت ہے جو دونوں جہاں کی لذّت سے مستغنی کر دیتی ہے۔ دیکھو انگور کا ایک کیڑا انگور کھانے چلا، مگر انگور کے درخت پر ہرا ہرا پتّہ دیکھا اور زندگی بھر اُسی سے چمٹا رہا، یہاں تک کہ مر گیا اور اسی پتّے پر اس کا قبرستان بن گیا اور انگور سے محروم رہ گیا۔ اگر یہ پتّوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا تو انگور کا رَس پا جاتا۔ اللہ والے بس یہی کام کرتے ہیں کہ جو دنیا کے پتّے سے چمٹے ہوئے ہیں ان کی گردن پکڑ کر اور پتّے سے اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کے انگور تک پہنچا دیتے ہیں۔ غیر اللہ سے چھڑا کر خالقِ کائنات سے رابطہ کرا دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سارے عالم سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

اہل دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذّتِ دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

بتاؤ! انگور کا رس پینے کے بعد کوئی کیڑا پتّہ کھا سکتا ہے؟ وہ کہے گا میں نے کہاں زندگی ضایع کی؟ اللہ کے قرب کا مزہ چکھنے کے بعد پھر آدمی کہتا ہے کہ آہ! کہاں میں نے غیر اللہ پر اپنی زندگی ضایع کی۔ زندگی کا مزہ تو اب آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے نام میں ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر
وازرُخش شمس و قمر را چہ خبر

میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے اور میرے اللہ کے نور کے مقابلے میں یہ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں، یہ تو بھک منگے ہیں میرے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ نے روشنی کی ذرا سی بھیک ان کو دے دی تو چمک رہے ہیں اور پھر ان میں کسوف اور خسوف بھی ہوتا رہتا ہے اور اللہ والوں کے قلب میں جو اللہ کا نور ہے اس پر کبھی گہن نہیں لگتا۔ اگر اللہ والوں کا نورِ باطن اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے تو چاند اور سورج کو گہن لگ جائے کیوں کہ ان کے دل میں اللہ کا

نور ہے جو فناوزوال سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت

خطبہ میں جو آیات میں نے پڑھی تھیں اب اُن کا ترجمہ کیے دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے اور اتنا برکت والا ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس میں بھی برکت آجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا نام اتنا مبارک ہے کہ ان کا نام لینے والوں کی تسبیح میں، ان کے لباس میں، ان کے مصلّے میں یہاں تک کہ اس مٹی میں بھی برکت آجاتی ہے جہاں وہ سجدے کرتے ہیں۔

اہل اللہ کی بستی اور سامانِ مغفرت

چناں چہ حدیثِ پاک میں ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ جاؤ اللہ والوں کی بستی میں جاؤ، اس زمین پر تمہاری مغفرت ہوگی۔ اس گناہوں کی زمین پر بھی میں تم کو بخش سکتا ہوں، میری صفتِ مغفرت یہاں بھی موجود ہے مگر یہاں ظہور نہیں ہوگا، ظہور وہاں ہوگا جہاں میرے خاص بندے رہتے ہیں۔وجود اور چیز ہے، ظہور اور چیز ہے۔لہٰذا وہ قاتل اہل اللہ کی زمین کی طرف چل دیا لیکن بے چارہ راستے ہی میں مر گیا۔ جنت اور جہنم والے فرشتے آگئے۔ جہنم کے فرشتوں اور جنت کے فرشتوں میں اختلاف ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ! زمین کو ناپ لو۔اگر گناہوں کی زمین قریب ہے تو اسے جہنم میں لے جاؤ اور اگر اللہ والوں کی بستی قریب ہے تو میں اس کو بخش دوں گا۔جہاں میرے عاشقین رہتے ہیں میں اس زمین کو یہ قیمت دیتا ہوں کہ سو قتل کو معاف کردوں گا۔اسی لیے بزرگوں نے مشورہ دیا ہے کہ اگر ماضی میں تم نے گناہ گار زندگی گزاری ہے تو کچھ دن کسی اللہ والے کی خانقاہ میں چلے جاؤ، وہاں استغفار وتوبہ کرو، تمہاری توبہ جلد قبول ہوگی۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ اِدھر تو اللہ تعالیٰ نے پیمائش کا حکم دیا اور اُدھر اللہ والوں کی زمین کو حکم دے دیا کہ تَقَرَّبِىْ اے تقرب والی بستی تو قریب ہوجا کیوں کہ تجھ پر اہلِ تقرب رہتے ہیں، اور گناہوں کی بستی کو حکم دے دیا تَبَاعَدِىْ تو دور ہوجا کیوں کہ تجھ پر اہلِ بُعد رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ اللہ والوں کی زمین ایک بالشت قریب ہوگئی۔

فضل بصورتِ عدل

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح فتح الباری عربی زبان میں لکھی ہے۔ وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیمایش کا حکم دیا اور خاموشی سے اس اللہ والوں کی زمین کو قریب کر دیا تو کیا یہ عدل کے خلاف ہے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ هٰذَا فَضْلٌ فِيْ صُوْرَةِ عَدْلٍ یہ عدل کی صورت میں فضل تھا، اور فضل عدل کے خلاف نہیں ہوتا کیوں کہ فضل قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ آپ سو ریال یومیہ کی مزدوری پر دو مزدور لائے، دونوں کو آپ نے طے شدہ مزدوری کے مطابق سو ریال دے دیے لیکن ایک کو سو ریال آپ نے مزید دیے کہ یہ میں آپ پر فضل کر رہا ہوں، تو یہ فضل عدل کے خلاف نہیں، دوسرا مزدور یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب یہ عدل کے خلاف ہے کیوں کہ طے شدہ مزدوری سو ریال اس کو عدل کے مطابق دے دی گئی۔ جس کو مزید سو ریال دیے یہ فضل ہے اور فضل قانون سے مقید نہیں ہوتا۔

ایک علمی اِشکال اور اس کا جواب

اس کے بعد علامہ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ایک اشکالِ علمی قائم کیا جو اہلِ علم کے لیے بہت مفید ہے کہ قاتل نے سو مقتولین کے ورثا سے تو معافی بھی نہیں مانگی، نہ قصاص دیا، نہ دیت دی تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کا حق کیسے معاف کر دیا؟ اس کا جواب سن لیجیے! علامہ ابنِ حجر عسقلانی الفاظ فتح الباری کے پیش کرتا ہوں اور ترجمہ بھی کر دوں گا۔

اِنَّ اللّٰهَ تعالٰی اِذَا قَبِلَ تَوْبَةَ الْقَاتِلِ تَكَفَّلَ بِرِضَا خَصْمِهٖ[۲۸]

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے تو جتنا حق بندوں کا ہو گا خود اللہ تعالیٰ ادا کرے گا اور جتنے فریق ہوں گے جو اپنا حق مانگیں گے تو ان کے سارے حقوق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ادا فرما کر ان کو راضی کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے اس بندے کو معاف کر دیا ہے اور میں اس سے خوش ہو گیا ہوں،

۲۸ فتح الباری للعسقلانی:۶/۵۱۷، باب قوله ام حسبت ان اصحٰب الکھف، دار المعرفة، بیروت

لہٰذا اپنے حقوق مجھ سے لو۔ جیسے اگر کسی کا بیٹا نالائق تھا اور باپ اس سے ناراض تھا لیکن بیٹے نے معافی مانگ کر باپ کو خوش کر دیا اور پھر اس کے قرض خواہ آئے کہ تم نے ہم سے قرضہ لیا ہے، ہمارا قرضہ واپس کرو ورنہ ہم ابھی پٹائی کرتے ہیں تو باپ کہتا ہے کہ خبردار! میرے بیٹے پر ہاتھ مت اُٹھانا، میرے بیٹے نے معافی مانگ کر مجھ کو خوش کر لیا ہے لہٰذا آؤ اور اپنا سارا قرضہ مجھ سے لے جاؤ، میں اس کا کفیل ہوں۔

اور کفیل پر ایک لطیفہ سناتا ہوں اور شاید آپ یہ لطیفہ پہلی دفعہ سنیں گے۔ عرب میں کفیل ہونا ضروری ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ کفیل تگڑا ہونا چاہیے یہاں کاف تمثیلیہ ہے یعنی مثل فیل کے۔ اس لیے فیل کی طرح مضبوط آدمی کو کفیل بناؤ، کفیل کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ خیر! یہ تو درمیان میں ایک لطیفہ عربی لغت کا میں نے آپ کو سنا دیا، دل خوش کرنے کے لیے۔

حقوق العباد معاف ہونے کی شرط

یہ بات یاد رکھیں کہ جان بوجھ کر کسی کا حق مار لیا اور قدرت ہوتے ہوئے اس کو ادا نہ کیا تو معافی نہیں ملے گی، حق تعالیٰ اس کے کفیل ہوں گے۔ جس کو بندوں کا حق ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، دل سے ادا کرنا چاہتا ہے لیکن قدرت نہیں ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ میں ہے کہ سو قتل کا مجرم نادم تھا لیکن اس کو موت آگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَكَ الَّذِیۡ بِیَدِهِ الۡمُلۡكُ برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے قبضۂ قدرت میں ملک ایسا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کو چاہتے ہیں مَلِک یعنی بادشاہ بنا دیتے ہیں اور آدابِ سلطنت بھی سکھا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلطنت چھین بھی لیتے ہیں۔ رات کو سلطنت لیے بیٹھے ہیں اور صبح اخباروں میں آ جاتا ہے کہ بادشاہ صاحب کے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے۔ تُؤۡتِی الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ[۲۹] اگر ملک ان بادشاہوں کے ہاتھوں میں ہوتا تو کون بادشاہ چاہتا کہ مجھ سے سلطنت چھن جائے۔ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک شئے پر قدرت رکھتا ہے، اور ہر چیز شئی ہے۔

---

۲۹ اٰل عمرٰن: ۲۶

وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ کی عجیب تفسیر

یہاں شئ پر ایک لطیفہ سنیے۔ ابلیس نے حضرت شیخ ابن عربی سے کہا کہ میں بھی بخشا جاؤں گا۔ شیخ نے کہا تو ہر گز نہیں بخشا جائے گا۔ کہا کہ میں تو قرآن شریف کی دلیل سے بخشا جاؤں گا۔ فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ کہا کہ وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ[۳۰] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری رحمت ہر شئ پر وسیع ہے اور میں بھی شئ ہوں یا نہیں؟ تو جب رحمت وسیع ہوگی تو میں بھی بخشا جاؤں گا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کی تربیت کے لیے اس کو جواب نہیں دیا تاکہ وہ اس مردود کے وسوسوں کو اہمیت نہ دیں اور اس بھونکتے ہوئے کتّے کا جواب نہ دیں لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اس کا جواب آگیا۔ دیکھیے! یہ ہے حکیم الامت کا ادب۔ باادب عالم ایسے ہوتے ہیں۔ آج کل کا غیر تربیت یافتہ مُلّا ہوتا تو کہتا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی سے جواب نہیں بن پڑا اور مجھے جواب آگیا۔ لیکن آہ! حکیم الامت کی فنائیت دیکھیے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابنِ عربی کی برکت سے مجھے جواب آگیا اور وہ یہ ہے کہ دوزخ میں جتنا عذاب شیطان کو دیا جائے گا اس سے زیادہ عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تو جتنی قدرت زیادہ عذاب دینے کی ہے، اس کا نہ دینا بھی رحمت ہے۔ جیسے کسی کو سو جوتے مارنے کی طاقت ہے لیکن نوّے مار کر دس چھوڑ دیے تو رحمت ہے یا نہیں؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ جتنا عذاب شیطان کو دیں گے اس سے زیادہ دینے پر قادر ہیں۔ پس باوجود قدرت کے جو مزید عذاب نہ دیں گے یہی رحمت ہے۔

حیات پر موت کی تقدیم کا راز

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ وہ اللہ تعالیٰ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو۔ میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھاتے ہوئے احقر سے فرمایا کہ بتاؤ! موت پہلے آتی ہے یا زندگی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت زندگی پہلے آتی ہے۔ فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے موت کو کیوں

۳۰۔ الاعراف:۱۵۶

پہلے بیان کیا؟ آہ! حضرت نے کیا جواب دیا سن لیجیے۔ فرمایا کہ جس کی زندگی کے سامنے اپنی موت ہوگی اللہ والی ہوجائے گی، وہ غفلت اور گناہ میں اپنی زندگی کو غارت نہیں کرے گا۔ جس زندگی کے سامنے اپنی روانگی اور اپنا وطن ہوگا وہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر تعمیرِ وطن سے کبھی غافل نہیں ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کو مقدم فرمایا۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ دنیا عالمِ امتحان ہے، عالمِ بلا ہے، عالمِ ابتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالمِ امتحان میں ہمیں اس لیے نہیں بھیجا کہ یہاں سانڈ کی طرح رہو۔ سانڈ کا مزاج ہوتا ہے کہ ہر کھیت میں منہ ڈالتا ہے اور کھیت والوں کی لاٹھی کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو آزاد پیدا نہیں کیا، امتحان کے لیے پیدا کیا ہے، یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر بزبانِ نبوت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سن لیجیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا میں نے تم کو اس لیے پیدا کیا کہ میں تمہارا امتحان لوں کہ تم لوگ اچھے عمل کرتے ہو یا دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر مجھے بھول جاتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تین تفسیر بیان فرمائی۔

کون عقل و فہم میں کامل ہے

۱) لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ عَقْلًا اَیْ اَيُّكُمْ اَتَمُّ فَهْمًا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون عقل و فہم میں کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے اپنے مستقبل کو سنوار لے اور کون بے وقوف اور احمق ہے جو دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر اپنے مستقبل کو تباہ کرلے، عاقل وہی ہے جس کی نظر مستقبل پر ہو۔ پس کامل عقل والا وہی ہے جو آخرت کو سنوارنے کے سامان کرتا ہے۔

کون اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والا ہے

۲) دوسری تفسیر فرمائی لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى شَانُهٗ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تا کہ ہم تم کو آزمائیں کہ تم میں کون میری حرام کی ہوئی چیزوں سے یعنی میری ناراضگی کے اعمال سے بچتا ہے اور کون ہے جو اپنا دل خوش کرنے کے لیے مجھے ناخوش کرتا ہے اور حرام سے اپنا دل خوش کرتا ہے۔ میں تمہیں پالتا ہوں، تمہیں رزق دیتا ہوں، کیا تمہیں شرافت کی ہوا بھی نہیں لگی کہ میری ناراضگی کے اعمال سے تمہیں شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔ اگر میں دس دن تم کو کھانا نہ دوں پھر دیکھوں کہ تم کس عورت کو دیکھتے ہو اور کس حسین سے دل لگاتے ہو، ساری عاشقی بھول جاؤ گے ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

شام میں ایسا قحط پڑا کہ سارے عاشق اپنا عشق بھول گئے اور روٹی روٹی چلّانے لگے۔ لہٰذا اے نادانو! میرے عذاب سے بے خوف نہ ہو، میں نے تمہیں دنیا میں اس لیے بھیجا ہے تا کہ تمہیں آزماؤں کہ حرام سے بچ کر تم غم اُٹھاتے ہو یا مجھ کو ناخوش کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہو۔ لہٰذا میرے غضب و قہر کو یاد رکھو ورنہ تمہارا دماغ پاگل ہو جائے گا، ایسے عذاب میں مبتلا ہو گے کہ ساری دنیا کے خمیرے کام نہیں دیں گے کیوں کہ موتی کا خمیرہ پابند ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے کوئی خمیرہ، کوئی معجون اس کے دل کی فرحت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ جس کے دل کو اللہ تعالیٰ شکنجۂ عذاب میں پکڑتا ہے اس کی دنیا کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کتنوں نے خودکشیاں کر لیں۔

کون اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں تیز ہے

۳) اور تیسری تفسیر ہے لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَسۡرَعُ فِیۡ طَاعَۃِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ[۳۱] تا کہ میں تم کو آزماؤں کہ میری فرماں برداری پر کون بندہ لبیک کہتا ہے کہ میں سر سے لے کر پیر تک خود کو آپ کی مرضی کے مطابق رکھوں گا کیوں کہ سر سے پیر تک ہم آپ کے غلام ہیں، ہمارا کوئی جز آپ کی غلامی سے خارج نہیں۔ بِجَمِیۡعِ اَعۡضَاءِ نَا وَبِجَمِیۡعِ اَجۡزَاءِنَا ہم قلباً اور قالباً آپ کے ہیں۔ ہم دل میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں سوچیں گے، خیانتِ صدریہ بھی

[۳۱] روح المعانی:۵/۲۹، الملك(۲)، دار احياء التراث، بيروت

نہیں کریں گے، خیانتِ عینیہ بھی نہیں کریں گے۔

اسمائے حسنیٰ کی تقدیم و تاخیر کے اسرار

آگے فرمایا وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے کوئی دو نام آئے ہیں، ان کی تقدیم و تاخیر میں بہت بڑے راز ہوتے ہیں۔ جیسے اَلتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ فرمایا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک فرقۂ معتزلہ ہے جو کہتا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذمہ توبہ قبول کرنا قانوناً واجب ہے۔ گویا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا پڑے گا۔ پس تَوَّاب کے بعد رحیم نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرقۂ معتزلہ کا رد فرمایا ہے کہ میں تمہاری توبہ جو قبول کرتا ہوں تو شانِ رحمت کی وجہ سے کرتا ہوں، ضابطے کی وجہ سے نہیں کرتا، ہمارے ذمہ تمہارا کوئی قرضہ نہیں ہے کہ تمہاری توبہ مجھے قبول کرنی ہی پڑے گی لیکن چوں کہ میں تَوَّاب کے ساتھ رَحِیْم ہوں اس لیے تمہاری توبہ کی قبولیت میری شانِ رحمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میں ضابطے سے تمہیں معاف نہیں کرتا، حق رابطے سے معاف کرتا ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تَوَّاب کے بعد رَحِیْم نازل فرمایا۔

اور وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ[۳۲] کا ترجمہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوربی زبان میں فرمایا تھا کہ جانتے ہو ہم تم کو کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے میا کے یعنی ماما اور محبت کی وجہ سے میں تم کو معاف کر دیتا ہوں، میری مغفرت کا سبب میری محبت ہے۔ یہ ربط ہے غفور اور ودود کا۔

وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ اور یہاں عزیز کو کیوں مقدم فرمایا؟ عزیز کے معنیٰ ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یُعْجِزُهٗ شَیْءٌ فِی اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ میں عزیز ہوں یعنی قادر ہوں ہر شئی پر اور اتنا زبردست قادر ہوں کہ سارا عالم مل کر بھی میرے استعمالِ قدرت میں دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا پہلوان بھی اپنی طاقت کے استعمال میں قادرِ مطلق نہیں۔ اگر محمد علی کلے کسی کو مارنے کے لیے گھونسہ

[۳۲] البروج: ۱۴

اُٹھائے اور دس آدمی آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو عاجز ہو جائے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وَلَا یُعۡجِزُہٗ شَیۡءٌ فِی اسۡتِعۡمَالِ قُدۡرَتِہٖ میری قدرت کے استعمال میں کوئی چیز مجھے عاجز نہیں کر سکتی۔ اگر ناراض ہو جاؤں تو شام کو خیریت سے سوئے گا اور صبح اس کے گردے بے کار ہو جائیں گے۔ اب سارا خون نکلواؤ اور سارا خون چڑھاؤ۔ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے وہ ہمیں عذاب میں پکڑ سکتا ہے۔ اس لیے پناہ مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہوں اور انتقام نہ لیں۔ اس لیے ان کو راضی کرنے میں دیر نہ کرو، معلوم نہیں کب بلاوا آجائے۔ زندگی کا ویزا نا قابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے لٰہذا جلدی سے استغفار و توبہ کر کے ہم سب ارادہ کر لیں کہ آج سے صورتاً اور سیرتاً ہم اسی کے ہو کر رہیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ نہ سوسائٹی سے ڈریں گے، نہ معاشرے سے ڈریں گے، نہ زمانے سے ڈریں گے۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

یہ شعر مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عَزِیۡزٌ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مقدم کیا کہ زبردست طاقت والے کی طرف سے تم کو مغفرت مل رہی ہے۔ کمزور کی معافی قابلِ قدر نہیں ہوتی۔ ایک آدمی چارپائی پر پڑا ہوا ہے، سانس کا مریض ہے، دمہ اور تنفس سے اُٹھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا وہ اگر کہہ دے کہ جاؤ! میں نے تمہیں معاف کیا تو اس کی معافی کی قدر نہیں ہوتی۔ آدمی کہتا ہے کہ اگر تم مجھے معاف نہ بھی کرو گے تو میرا کیا بگاڑ لو گے؟ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبردست قدرت والا مالک تمہیں معاف کر رہا ہے، وہ چاہے تو ابھی تمہیں نیست و نابود کر دے لٰہذا ایسے زبردست قدرت والے اللہ تعالیٰ کی معافی کی قدر کرو اور سراپا شکر بن جاؤ۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقۡنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرۡضٰی
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

❁❁❁❁

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں اور کائنات میں موجود تمام لذتوں کے بھی خالق ہیں۔ جس اللہ نے دنیا کی نعمتوں میں لذتیں رکھی ہیں خود ان کے نام پاک میں جو لذت ہوگی اس کا ادراک ان ہی بندوں کو ہوتا ہے جو دنیا کی لذتوں پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو فوقیت دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح ان کے نام پاک کی لذت کی بھی کوئی مثل نہیں۔

شیخ العرب والعجم مجدد زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''انوارِ حرم'' دین کے ان احکامات کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ خود حضرت والا کو اللہ تعالیٰ کی جو محبت حاصل تھی وہ حضرت کو بے چین رکھتی تھی کہ کسی طرح سارے عالم کے انسان اس دردِ محبت کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔ حرم مکہ میں کیا گیا حضرت والا کا یہ وعظ اسی عاشقانہ تڑپ کا ایک مظہر ہے جس میں حضرت والا کے دردِ محبتِ الٰہیہ کا رنگ نمایاں ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری